

اُردو کی چوتھی کتاب

سِندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ



اُردو کی چوتھی کِتاب

سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو، سندھ

عجائب اسٹور (رجسٹرڈ) سکھر

تیار کردہ، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ۔

منظور شدہ، محکمۂ تعلیم سندھ، بطور وا درسی کتاب برائے مدارسِ صوبہ سندھ

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتبِ نصاب کی تصحیح شدہ۔

مصنّف

شبّیر حسین ادیب

مدیران

ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی
پروفیسر اُویس احمد ادیب

تدوینِ نَو

ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی
محمّد ناظم علی خاں ماتلوی

لے آؤٹ

حافظ محمّد اعظم

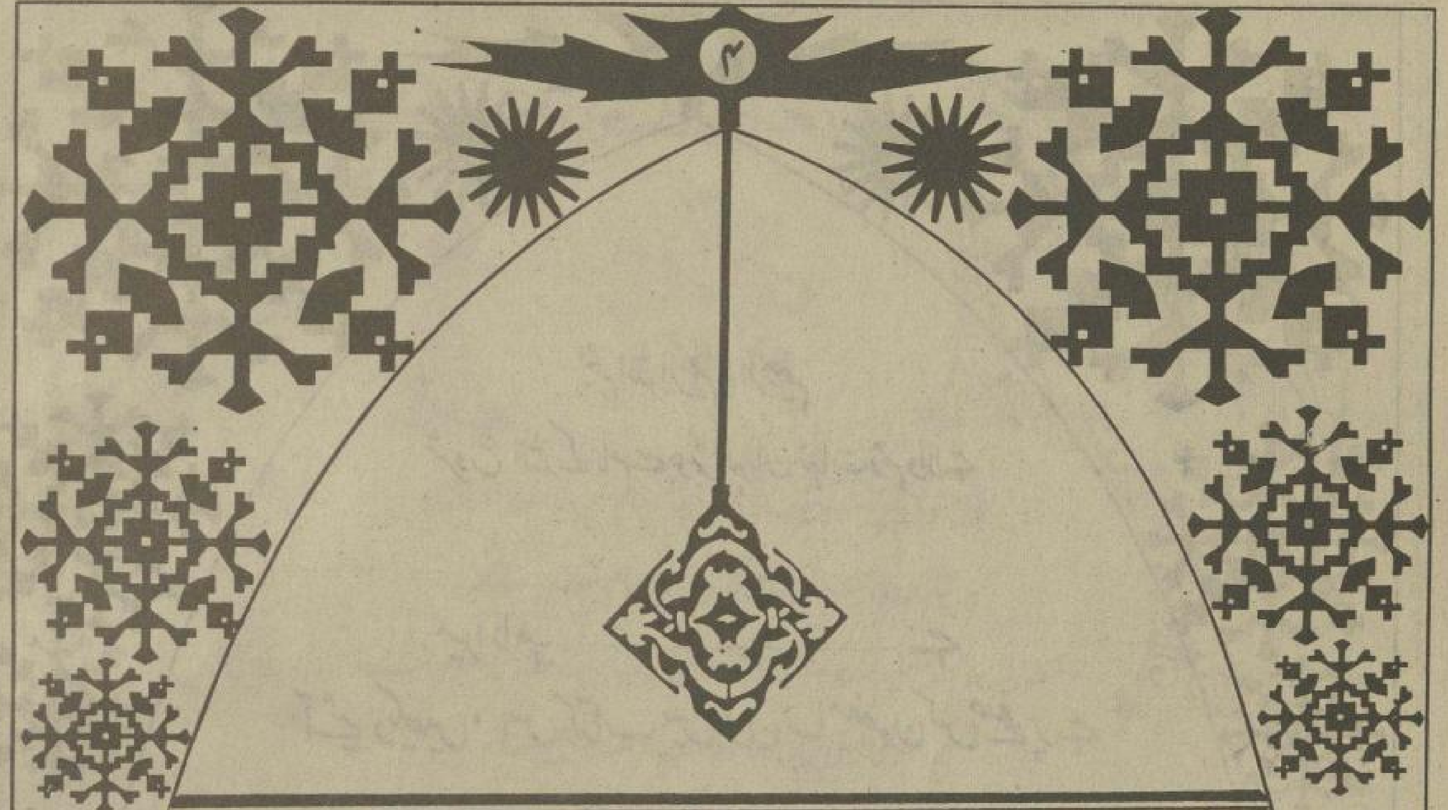
مطبوعہ: ایم۔ پریس۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

میرا نام ---------------- ہے

آئیے دیکھیں، اس کتاب میں کون سا مضمون کس صفحے پر ہے



بِسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حمد

تُو نے ہی یا الٰہی ! سارا جہاں بنایا
پھل پھُول، بیل بوٹے، تو نے بنائے سارے
چشمے بنائے تو نے ، دریا بہائے تو نے
تو نے سکھا دیا ہے چڑیوں کو چہچہانا
چڑیوں کو جس طرح سے پَر تولنا سکھایا
دُنیا کا ذرّہ ذرّہ ، پیڑوں کی ڈالی ڈالی
سارے جہاں کو یارب ! روزی دلائی تو نے

یہ چاند اور سُورج ، یہ آسماں بنایا
تو نے ہی آسماں پر ، روشن کیے ستارے
کلیاں کھِلائیں تو نے، پودے اُگائے تو نے
یہ شام اور سویرے ، پیڑوں پہ گیت گانا
ہم کو بھی تو نے یارب ! ہے بولنا سکھایا
اِس ذکر سے الٰہی ! کوئی نہیں ہے خالی
بھٹکے مسافروں کو منزل دکھائی تو نے

چھوٹے بڑے جہاں میں لے لے کے نام تیرا
کرتے ہیں شُکر یارَب ! سب صُبح و شام تیرا

مشق

۱۔ حمد اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی گئی ہو۔ کوئی دوسری حمد کسی بچّوں کے رسالے یا اخبار سے لے کر اپنی کاپی میں لکھیے۔

۲۔ اِس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

۳۔ روشن ، پَر تولنا ، ذرّہ ذرّہ ، ڈالی ڈالی ، روزی کو خوش خط لکھیے۔

حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ

ہمارے پیارے نبی حضرت مُحمّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلہٖ وَسَلَّم کے ساتھیوں کو صحابی کہا جاتا ہے۔ صحابی کے معنی آپؐ کے دوست، اور ساتھی کے ہیں۔ آپؐ کے بہت سے وفادار اور جاں نثار ساتھی تھے جن میں ایک حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ تھے۔ آپؓ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّم سے بہت محبّت کرتے تھے اور حضورؐ کی ہر بات پر فوراً یقین کر لیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے تھے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّم دُنیا کے سب سے سچّے اور نیک انسان ہیں۔ اس طرح ہمارے نبیؐ بھی حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ صدّیق کا خطاب آپؓ کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّم ہی نے دیا تھا۔ صدّیق کے معنی سچ بولنے والے کے ہیں۔

حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ عرب کے مشہور قبیلے قریش میں پیدا ہوئے۔ آپؓ جھُوٹ بولنے اور بُتوں کی پوجا کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ جب حضرت مُحمّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ آپؐ لوگوں کو میرا پیغام سُنائیں تو آپؐ نے اس بات کا ذِکر حضرت ابوبکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ سے کیا۔ وہ فوراً رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّم کی تمام باتوں پر ایمان لے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

اس طرح مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صِدّیق

رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ تھے۔ اُس زمانے میں سب سے زیادہ باعزّت اور مالدار قبیلہ قریش کا تھا۔ قریش کے وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے، ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی قوّت اور طاقت کم نہ ہوجائے۔ اس وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کو ستانا اور تنگ کرنا شروع کیا۔ ان کے غلاموں میں جو لوگ مسلمان ہوگئے تھے ان میں سے کسی کو تپتی ہوئی ریت پر لِٹاتے، کسی کو کوڑے مارتے اور کسی کے بدن کو لوہے کی گرم سلاخوں سے جلاتے۔ حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ نے ان میں سے کئی غلاموں کو ان کے ظالم آقاؤں سے خرید کر آزاد کردیا۔

حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ کو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے بہت زیادہ محبّت تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر سامانِ جنگ خریدنے کے لیے روپے پیسے کی ضرورت تھی۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانے پر تمام صحابہؓ نے دل کھول کر مدد کی۔ حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ نے اپنے گھر کا سب سامان لاکر حُضُورؐ کی خدمت میں پیش کردیا۔

حُضُورؐ نے دریافت فرمایا۔ "اے ابوبکرؓ! گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟"

حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ نے عرض کیا "یارسُول اللہ! (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسُول کافی ہیں۔"

مکّے والوں نے جب مسلمانوں کو بہت تنگ کیا تو رسُولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ کے حُکم سے مکّہ چھوڑ کر مدینے جانے کا فیصلہ کیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ

تَعالیٰ عَنْہُ، ساتھ تھے۔ مکّے سے تھوڑے فاصلے پر رَسُولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو غارِ ثَور میں کچُھ دن ٹھہرنا پڑا۔ حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعالیٰ عَنْہُ، پہلے غار میں داخل ہوئے اور غار کے سُوراخوں کو اپنے کپڑوں کی دَھجِیّوں سے بند کیا۔ ایک سُوراخ پر اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا۔ اتّفاق سے اسی سوراخ سے ایک سانپ نے آپؓ کے پَیر کے انگوٹھے میں کاٹ لیا۔ تکلیف کی وجہ سے آپؓ کی آنکھوں سے آنسو حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے رُوئے مُبارَک پر گرے۔ حُضُورؐ کی آنکھ کھُل گئی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تو حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعالیٰ عَنْہُ، نے جواب دیا۔ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا لُعابِ مُبارک آپؓ کے پاؤں کے انگوٹھے پر لگادیا، جس سے سانپ کے ڈسنے کا اثر جاتا رہا۔

مشق

۱۔ صحابی کے کیا معنی ہیں ؟

۲۔ جنگِ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعالیٰ عَنْہُ، نے رَسُولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی تعمیل کس طرح کی ؟

۳۔ غارِ ثَور میں حضرت ابوبکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعالیٰ عَنْہُ، نے جو کچھ کیا اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۴۔ ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے : نبی ۔ فوراً ۔ اثر ۔ کافی ۔ لیکن ۔

۵۔ ان الفاظ کے معنی اپنی کاپی میں لکھیے : صحابی ۔ صِدِّیق ۔ پیغام ۔ دریافت ۔ سُوراخ ۔

۶۔ 'اسم' کسی شخص، کسی چیز یا کسی جگہ کے نام کو کہتے ہیں ۔ مثلاً :

احمد ۔ لڑکا ۔ دریا ۔ میز ۔ کتاب ۔ گھر ۔ کراچی ۔ شہر ۔

اس سبق کے آخری پیراگراف میں جتنے اسم آئے ہیں انھیں اپنی کاپی میں لکھیے ۔

حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وسَلَّم کی بہت چہیتی بیٹی تھیں۔ آپؓ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہٗ کی بیوی اور حضرت امام حَسَن رَضِیَ اللّٰہ تَعالیٰ عَنۂ اور حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عَنۂ کی والدہ تھیں۔ بچپن ہی سے آپؓ محنتی اور سادگی پسند تھیں۔ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتیں، کپڑے دھوتیں اور گھر کی صفائی کر کے اسے صاف سُتھرا رکھتیں۔ چکّی پیتے پیستے آپؓ کے ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے تھے۔

جب آپؓ کی شادی حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہٗ سے ہوئی تو آپؓ کو جہیز میں بہت کم سامان ملا۔ آپؓ نے اپنی زندگی میں بڑی مصیبتیں اُٹھائیں، فاقے کیے مگر کبھی زبان سے شِکوہ نہ کیا۔ ہر حال میں اللّٰہ کا شکر ادا کرتی رہیں۔ آپؓ کا دل انسانی ہمدردی سے سرشار تھا۔ آپؓ بے حد سخی تھیں۔ کوئی ضرورت مند آپؓ کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رَسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو آپؓ سے بے حد مُحَبَّت تھی۔ جب آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے، تو نماز سے فارِغ ہو کر سیدھے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہا کے گھر جاتے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی رِحلت کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہا بہت غمگین رہا کرتیں اور حُضُورؐ کے وِصال کے چھ ماہ بعد ۱۱ سنہ ہجری میں

وفات پاگئیں ۔ تمام مسلمان آپؓ کو خاتونِ جنّت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپؓ کی زندگی مسلمان عورتوں کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے ۔

مشق

۱۔ حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کی زندگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟

۲۔ حضرت فاطمہ زَہرا رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عنہا کے صاحبزادوں کے نام لکھیے ۔

۳۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی رحلت کے کتنے ماہ بعد حضرت فاطمہ زہرا رضیَ اللہُ تعَالیٰ عنہا کا اِنتقال ہوا ؟

الفاظ کو خاص ترتیب سے ملاکر پڑھنے سے پوری عبارت سمجھ میں آتی ہے مثلاً :
آم میٹھا ہے ۔ زمین گول ہے ۔ احمد کتاب پڑھتا ہے ۔ انھیں جملے کہا جاتا ہے ۔

۴۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کو ترتیب دے کر جملے بنائیے ۔

(الف) خاتونِ جنّت — وصال — ہوا — کا

(ب) شِکوَہ — زبان — کیا — نہ — سے

(ج) آپ — تھیں — سخی — بے حد

کام کرنا عبادَت ہے

(احمد علی مدرسے سے گھر آیا۔ اپنی امّی جان کو سلام کیا
اور پھر اپنے دادا جان کے پاس پہنچا)

احمد علی : آداب دادا جان۔

دادا جان : جیتے رہو بیٹے! آج تم نے مدرسے میں کیا کیا پڑھا؟

احمد علی : آج ہم نے اُردو، سندھی، معاشرتی عُلوم، ریاضی، سائنس اور دینیات کے سبق پڑھے۔

دادا جان : شاباش! تم بہت اچھے لڑکے ہو۔

احمد علی : دادا جان! آج دینیات کے سبق کی ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

دادا جان : جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ اپنے ماسٹر صاحب سے پوچھ لیا کرو۔

احمد علی : جی ہاں۔ میں ماسٹر صاحب سے پوچھنے ہی والا تھا کہ اتنے میں چُھٹّی کی گھنٹی بج گئی۔

دادا جان : وہ کون سی بات ہے جو تم نہیں سمجھ سکے۔

احمد علی : دادا جان! ماسٹر صاحب نے دینیات کا سبق پڑھاتے ہوئے کہا تھا کہ "کام کرنا عبادت ہے" میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

دادا جان : تمھارے ماسٹر صاحب نے بالکل دُرُست کہا، مسلمان کا ہر کام جو اللہ کے

حکم کے مطابق ہو، عبادت ہے۔

احمد علی : دادا جان! کچھ دن پہلے ماسٹر صاحب نے بتایا تھا کہ روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا عبادت ہے۔

دادا جان : دیکھو بیٹے! ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے سچّے نبی تھے۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں جو کام کیے وہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ اگر ہم اپنی زندگی حضُورؐ کی زندگی کے مطابق گزاریں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگی اور جو بات اللہ کو پسند ہو، وہ عبادت ہے۔ میں تمھیں حضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی چند باتیں بتاتا ہوں۔ اگر تم اِن پر عمل کروگے تو زندگی میں ہمیشہ کامیاب رہوگے۔

ہمارے نبی حضرت مُحَمَّد مُصْطَفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے اشارے پر آپؐ کے صحابہ بڑے سے بڑا کام کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اس کے باوجود آپؐ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہا فرماتی ہیں کہ آپؐ گھر کے تمام کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے اور اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا لیتے تھے۔

احمد علی : پھر تو ہمیں بھی اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سے کرنے چاہییں۔

دادا جان : ہاں بیٹے! ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں یہی حکم دیا ہے اور خود بھی آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ شریک ہو کر سخت سے سخت کام کرتے۔ جب آپؐ مکّے سے ہجرت کرکے مدینے پہنچے تو آپؐ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کا فیصلہ کیا اور اس کی تعمیر کے لیے خود پتّھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے۔

صحابہؓ عرض کرتے ۔ یا رسُول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم آپؐ کیوں تکلیف فرماتے ہیں ، لیکن آپؐ برابر کام کرتے رہے ۔

احمد علی : دادا جان! پھر تو مزدوری کرنا بھی عبادت میں شامل ہے ۔

دادا جان : اگر مزدور اپنا کام ایمانداری سے کرے تو وہ کام بھی عبادت میں شامل ہے ۔ جنگِ خَنۡدَق کے موقع پر جب صحابہؓ مدینے کی حفاظت کے لیے خَنۡدَق کھود رہے تھے ، آنحضرت صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے بھی صحابہؓ کے ساتھ کام کیا ۔ یہاں تک کہ جسمِ مُبارک پر مِٹّی اور دُھول جم گئی ۔ ایک سفر میں صحابۂ کرامؓ نے مِل کر کھانا پکانے کا ارادہ کیا ۔ سب نے ایک ایک کام بانٹ لیا ۔ حضور صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذِمّے لیا ۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم ہم سب کام کرلیں گے ، آپؐ آرام فرمائیے آپؐ نے جواب میں فرمایا " مجھے یہ بات پسند نہیں کہ خود کو تم سے الگ ظاہر کروں "۔

احمد علی : دادا جان ! اب میں سمجھ گیا واقعی کام کرنا عبادت ہے ۔ میں بھی اپنے کام اپنے ہاتھ سے کیا کروں گا ۔

دادا جان : اچھّا بیٹے ! اب تم کپڑے بدل کر ہاتھ منہ دھولو ۔

احمد علی : شکریہ ! دادا جان آپ نے آج مجھے بہت اچھّی باتیں بتائی ہیں ۔ میں ہمیشہ ان پر عمل کرتا رہوں گا ۔

مشق

۱۔ حضور رسولِ اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرامؓ کے ساتھ کام کرنا کیوں پسند فرماتے تھے؟

۲۔ حضور اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کون کون سے کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے؟

۳۔ زَبر ، زِیر اور پیش کو اعراب کہتے ہیں۔

اِن لفظوں پر اعراب لگائیے :

مرغ ۔ کتاب ۔ عمل ۔ جھٹ پٹ ۔ عید ۔ غریب ۔ رومال ۔ صدیق ۔ نمونہ ۔ شکریہ ۔

۴۔ اِن لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے :

سلام ۔ مدرسہ ۔ سبق ۔ عبادت ۔ روزہ ۔ کامیاب ۔ فیصلہ ۔ ایمانداری ۔ خَنْدَق ۔ پسند ۔



نعت

دو جگ کے سرکار محمدؐ	نبیوں کے سردار محمدؐ
امّت کے غم خوار محمدؐ	ہر اک کے دِل دار محمدؐ
حُکمِ خدا سے آئے محمدؐ	حق کا سندیسہ لائے محمدؐ
رحمت بن کر آئے محمدؐ	سارے جہاں پر چھائے محمدؐ
اِک سچّے فرمان کو لائے	تعلیمِ قرآن کو لائے
مُسلم کی اِک آن کو لائے	نئی نویلی شان کو لائے
سب سے افضل اُمّت اُنؐ کی	عرش و زمین پر عظمت اُنؐ کی
عام ہے سب پر رحمت اُنؐ کی	سب پر لازم اُلفت اُنؐ کی
بن کر آئے حق کے پیامی	سب سے اعلیٰ سب سے گرامی
حق کے فرشتے، اُنؐ کے سلامی	شاہوں نے کی اُنؐ کی غلامی

مشق

۱۔ نعت کس قسم کی نظم کو کہتے ہیں؟

۲۔ حضرت محمدؐ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تعریف میں شاعر نے کون کون سی باتیں کہی ہیں؟

۳۔ اس نعت کو زبانی یاد کریں۔

۴۔ خوش خط لکھیے:—— حق۔ سندیسہ۔ فرمان۔ آن۔ نئی نویلی۔ افضل۔

پہلی ہجرت

جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمدؐ مُصطفٰےؐ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور بُت پرستی سے روکا تو قُریش قبیلے کے لوگوں نے آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب سے کئی بار شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بُتوں کی توہین کرتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ کہتا ہے ، اس لیے آپ درمیان سے ہَٹ جائیں یا پھر مقابلے کے لیے میدان میں آجائیں تاکہ فیصلہ ہوجائے۔ حضرت ابوطالب نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم سے کہا کہ میرے پیارے بھتیجے مجھ پر اتنا بار نہ ڈالو کہ میں اُٹھا نہ سکوں۔ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم نے فرمایا:

"اللّٰہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لاکر رکھ دیں، تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو اللّٰہ اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نِثار ہوجاؤں گا۔"

یہ جواب سُن کر حضرت ابوطالب نے حُضورؐ کو تسلّی دی کہ آپؐ اپنا کام کیے جائیے اور دشمنوں کی پروا نہ کیجیے۔ اس کے بعد قُریش نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم اور دوسرے مسلمانوں پر زیادہ سختیاں شروع کردیں اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے۔

حُضور رُسُولِ مقبول صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم نے یہ دیکھا تو مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبش ہجرت کرجائیں۔ کچھ مسلمان مکّے والوں سے چھُپ کر حَبَش روانہ

ہوگئے۔ حَبَش کا بادشاہ نَجاشی بہت انصاف پسند تھا۔ مسلمان حَبَش میں امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ کافروں کو مسلمانوں کا یہ سُکُون اور اطمینان بہت بُرا لگا اور اُنھوں نے ایک وفد تحفے تحائِف دے کر نجاشی کے دربار میں بھیجا۔

ان کافروں نے بادشاہِ حبش سے گزارش کی کہ ہمارے کچھ آدمیوں نے آپ کے پاس پناہ لے رکھّی ہے۔ انھوں نے نیا دِین ایجاد کیا ہے اور وہ ہمارے مجرم ہیں' انھیں ہمارے حوالے کردیا جائے۔

بادشاہ نے اس وفد کے سامنے مسلمانوں کو بُلا بھیجا۔ اس وقت حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی نمائندگی کررہے تھے. انھوں نے نجاشی کے سامنے اسلام کی وہ تعلیمات بیان کیں جو انسان کو شرافت' صداقت' دیانت اور ہمدردی کی زندگی گزارنے کا حکم دیتی ہیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلامِ الٰہی کا کوئی حصّہ پڑھنے کے لیے کہا تو آپ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس نے قریش کے وفد سے کہا۔" تم واپس جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو ہرگز تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔"

قُریش کا وفد ناکام اور نامراد واپس ہوگیا۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے مدینے کی طرف ہِجرَت فرمائی تو حَبَش کو ہجرَت کرنے والے مسلمان بھی مدینہ طَیّبَہ آگئے۔

مشق

۱۔ قُریش نے حضرت ابوطالب سے کیا کہا؟
۲۔ حُضُور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوطالب کو کیا جواب دیا؟
۳۔ ہِجرت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
۴۔ نجاشی نے مسلمانوں کو قُریش کے وفد کے حوالے کیوں نہیں کیا؟

عیدُالاضحیٰ

مسلمانوں میں کئی مذہبی تہوار ہیں جن میں عیدُالفطر اور عیدُالاضحیٰ بہت مشہور ہیں۔ یہ دونوں عیدیں بہت دُھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ بچّے عیدُالفِطر کو میٹھی عید اور عیدُالاَضحیٰ کو بقرعید کہتے ہیں۔

ابھی عیدُالاَضحیٰ میں دو دن باقی تھے کہ ارشد کے والد قربانی کے لیے ایک دُنبہ لے آئے۔ ارشد نے دُنبے کی بہت دیکھ بھال کی۔ اسے چارا دیا اور ایک برتن میں اس کے لیے پانی لاکر رکھا۔

عید کے دن ارشد نہا دھوکر اور اچھّے کپڑے پہن کر اپنے ابا جان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ گیا۔ نماز سے فارِغ ہوکر لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ ارشد بھی اپنے دوستوں سے گلے ملا اور اُن کو عید کی مُبارکباد دی۔ گھر آکر امّی جان کو سلام کیا اور چھوٹی بہن کو پیار کیا۔ اس کی امّی نے اسے پیار کیا اور دعائیں دیں۔ تھوڑی دیر میں دُنبے کو ذبح کیا گیا۔ ارشد کی امّی نے گوشت کا بڑا حصّہ محتاجوں، غریبوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرادیا۔ ارشد نے اپنے ابّا جان سے سوال کیا۔ "ابّا جان! ہم قربانی کیوں کرتے ہیں؟" اس کے ابّا نے بتایا کہ ارشد بیٹے یہ قربانی ایک بہت بڑے واقعے کی یاد میں کی جاتی ہے۔

ارشد نے پوچھا، ابّا جان! وہ کون سا واقعہ تھا؟ اس کے ابّا نے کہا، بیٹے! تم نے حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کا نام تو سُنا ہوگا۔ ان کے بیٹے کا نام اسمٰعیل عَلَیہِ السَّلام

تھا۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اِن ہی کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام سو رہے تھے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے ہیں۔ چوں کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ وَحی کے معنی ہیں خدا کی طرف سے اشارہ، فرمان یا ہدایت۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے یہ خواب اپنے بیٹے حضرت اِسماعیل عَلَیْہِ السَّلام سے بیان کیا۔ بیٹے نے جواب دیا۔ "ابّا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے پُورا کیجیے، آپ مجھے صَبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السّلام کو لے کر قربان گاہ پر آئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو ذبح کرنے کے لیے لِٹایا تو خدا کی طرف سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور اِمتحان میں پورے اُترے۔ اُسی وقت اللہ کی طرف سے ایک دُنبہ آگیا، جسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ذبح کیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام کی طرف سے دی گئی۔ اِسی قربانی کی یاد میں مسلمان ہر سال عیدُالاَضحیٰ کے دن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔

مشق

۱۔ مسلمان عیدُالاضحیٰ پر قربانی کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ ارشد کی امّی نے قربانی کے گوشت کی تقسیم کس طرح کی؟

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے خواب کو اپنی زبان میں بیان کیجیے۔

۴۔ تہوار ۔ دنبہ ۔ عیدُالفطر ۔ واقعہ ۔ علیہ السّلام پر اعراب لگائیے۔

یومِ آزادی



پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے۔ یہاں کی ہر چیز ہماری ہے۔ اس کے بلند پہاڑ، پھُولوں بھری سرسبز اور شاداب وادیاں ہماری ہیں۔ اس کے لہلہاتے کھیت، کارخانے، دریا سب ہمارے ہیں۔ اس کے مزدور، کسان، تاجر اور دوسرے تمام باشندے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہم سب مل جُل کر اس کی ترقّی کے لیے کام کرتے ہیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ہمارا وطن انگریزوں کے قبضے میں تھا۔ ہمارے بزرگوں نے اپنے وطن کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے زبردست قربانیاں دیں۔ لاکھوں مسلمان آزادی حاصل کرنے کی جِدّوجُہد میں شہید ہوئے۔

قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے رات دن محنت کر کے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو متحد کیا اور پھر سب نے مِل کر اپنے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا تاکہ وہاں خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ اتّحاد کی برکت سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک ملک پاکستان دُنیا کے نقشے پر اُبھرا، جس میں آج ہم آزادی سے رہتے ہیں۔ ہم اسی تاریخ کو

ہر سال "یومِ آزادی" مناتے ہیں ۔ ہمارے وطن کا یہ نام چودھری رحمت علی نے تجویز کیا تھا ۔

۱۴ر اگست کو صُبح سویرے اسلام آباد اور چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں توپوں کی سلامی دی جاتی ہے ۔ اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دوسری سرکاری عمارتوں پر قومی پرچم لہرائے جاتے ہیں ۔ صبح ۷ بج کر ۵۸ منٹ پر پورے ملک میں سائرن بجتے ہیں اور احتراماً دو منٹ تک ریل گاڑی اور ہوائی جہاز کے سوا ہر چیز اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاتی ہے ۔ اس کے بعد ملک بھر میں یوم آزادی کی تقریبات شروع ہوجاتی ہیں ۔ جلسے ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں ۔ کراچی میں قائدِاعظمؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی ہوتی ہے ۔ اسکولوں میں مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں ۔ میلے لگتے ہیں، مختلف قسم کے کھیل تماشے ہوتے ہیں ۔ لوگ اپنے مکانوں اور دکانوں پر چراغاں کرتے ہیں ۔ بازار اور محلّے روشنیوں سے جگمگانے لگتے ہیں ۔

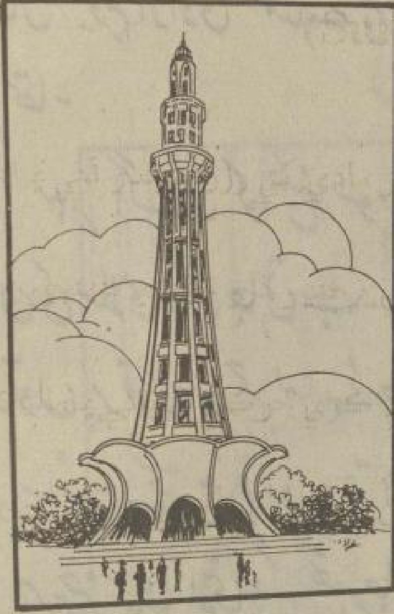
اس روز پاکستان کے باشندے ایک نئے جذبے اور جوش کے ساتھ پاکستان کی خدمت کرنے اور اس کی سالمیت کو برقرار رکھنے کا عہد کرتے ہیں ۔

مشق

۱۔ ۱۴ر اگست کو پاکستان کے باشندے "یومِ آزادی" کیوں اور کس طرح مناتے ہیں ؟

۲۔ پاکستان کا نام کس نے تجویز کیا تھا ؟

۳۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے الگ وطن کا مطالبہ کیوں کیا ؟



ہمارا وطن

نہ کیوں ہو ہمیں جاں سے پیارا وطن
ہے جنّت کا ٹکڑا ہمارا وطن
سُہانا سُہانا ہے سارا وطن
ہمارا وطن پیارا پیارا وطن

پہاڑ اس کے ہیں جاں فزا کس قدر
سمے اس کے ہیں خُوش نُما کس قدر
ہے جنّت کا گویا نظارا وطن
ہمارا وطن پیارا پیارا وطن

یہ سَرسبز جنگل لہکتے ہوئے
یہ باغوں کے منظر مہکتے ہوئے
خوشی سے ہے بھرپور سارا وطن
ہمارا وطن پیارا پیارا وطن

اختر شیرانی

مشق

۱۔ شاعر نے اپنے وطن کی کیا کیا خوبیاں بیان کی ہیں ؟

۲۔ اپنے وطن پاکستان کے بارے میں پانچ جملے لکھیے ؟

۳۔ اس شعر کا مطلب بتائیے :

ہمارا وطن پیارا پیارا وطن ٭ ہے جنّت کا گویا نظارا وطن

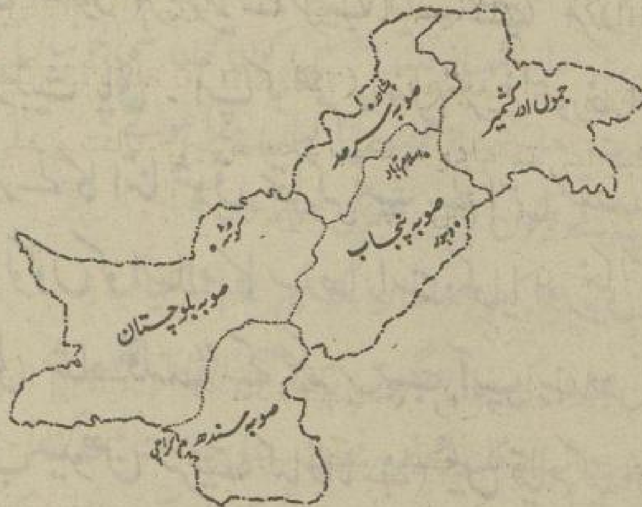
۴۔ خالی جگہوں کو پُر کیجیے :

(الف) بچّے شام کو میدان میں .... کھیلتے ہیں ۔

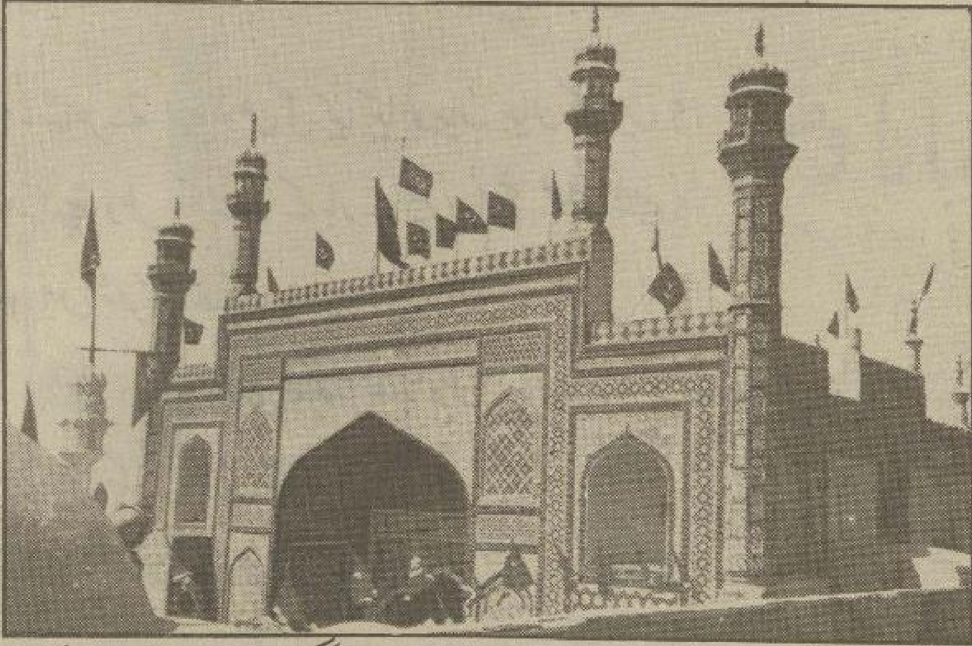
(ب) خوشی سے ہے .... سارا وطن ۔

(ج) کھیل کے وقت کھیل اور کام کے وقت .... کرنا چاہیے ۔

(د) سچ بولنے والے کی .... کی جاتی ہے ۔



حضرت لعل شہباز قلندرؒ



اللہ تعالیٰ کے جن نیک بندوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی خدمت کرنے میں گزارا۔ اُن میں سے ایک بزرگ حضرت لعل شہباز قلندرؒ بھی ہیں۔ آپ کا نام شیخ عثمان تھا۔ مگر لوگ آپ کو لعل شہباز قلندرؒ کے لقب سے پُکارتے ہیں۔

آپ ایران کے مشہور شہر تبریز کے قریب ایک قصبے "مرند" میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیّت پائی۔ آپ کو علم حاصل کرنے اور خدا کے بزرگ و برتر بندوں کی خدمت کرنے کا اتنا شوق تھا کہ آپ نے اس مقصد کے لیے اپنا وطن بھی چھوڑ دیا۔ لوگوں کو اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا اور نیکی کی باتیں بتائیں۔

اپنے مُرشِد، بُوعلی شاہ قلندرؒ کے حکم پر جب آپ سِندھ تشریف لائے تو سیوُستان (جسے اب سیوھن شریف کہا جاتا ہے) میں قیام کیا اور یہاں کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے میں مَصروف ہوگئے۔ آپ کو بیماروں کی دیکھ بھال اور

غریبوں کے کام کاج کرنے میں بڑا سکون حاصل ہوتا تھا۔ آپ نے یہاں کے لوگوں کو علم اور عمل کی دولت سے مالا مال کیا۔ ان کے دلوں میں سچائی، ہمدردی اور مِل جُل کے رہنے کا جذبہ پیدا کیا۔ لوگ اپنے مسائل آپ سے بیان کرتے اور آپ انھیں آسانی سے حل کر دیتے۔ آپ سے مل کر ہر شخص خوش ہوتا۔ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی شُہرت دُور دُور تک پھیل گئی اور ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔

حضرت لعل شہباز ؒ کی وفات سیوہن شریف میں ہوئی۔ سلطان فیروز تغلق نے اپنے زمانے میں سیوہن کے حاکم کو حکم دے کر آپ کا شاندار مزار بنوایا، جہاں ہر سال شعبان کے مہینے میں آپ کا عُرس بڑی عَقیدت اور اِحترام سے منایا جاتا ہے۔

حکومت نے عُرس میں آنے والوں کے آرام کے لیے ایک بڑا ہال بنوایا ہے۔ بیماروں کے لیے ایک اسپتال بھی کھولا گیا ہے۔ پانی اور صفائی کا اِنتظام بھی پہلے سے بہتر کر دیا گیا ہے۔

مشق

۱۔ حضرت لعل شہباز قلندر ؒ میں کون کون سی خوبیاں تھیں؟

۲۔ حضرت لعل شہباز قلندر ؒ کہاں پیدا ہوئے؟

۳۔ آپ نے لوگوں کو کس قسم کی تعلیم دی؟

۴۔ آپ کا مزار کس سلطان کے حکم سے تعمیر کیا گیا؟

۵۔ اِن جملوں کی خالی جگہوں میں صحیح الفاظ لکھیے:

(الف) حضرت شہباز قلندر ؒ نے ہر لمحہ ــــــ کی خدمت میں گزارا۔ (ب) آپ ایران کے قصبے ــــــ میں پیدا ہوئے۔ (ج) حکومت نے عُرس میں آنے والوں کے لیے ایک بڑا ــــــ بنوایا ہے۔

وارثِ شاہؒ

ہمارے وطن پاکستان میں بہت سے مشہور شاعر پیدا ہوئے ۔ ان میں شاہ عبداللّطیفؒ بھٹائی ، علاّمہ اقبالؒ ، خوشحال خاں خٹک اور وارث شاہؒ نے زیادہ شہرت حاصل کی ۔ انھوں نے اپنی شاعری سے لوگوں میں اچھّے خیالات پیدا کیے اور نیکی کا راستہ دکھایا ۔

وارث شاہؒ پنجابی زبان کے مشہور شاعر ہیں ۔ وہ ضلع شیخو پورہ کے ایک گاؤں جنڈیالہ شیر خاں میں پیدا ہوئے ۔ اُن کے والد کا نام سیّد قطب شاہ تھا ۔ وارث شاہؒ کو بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا ۔ 'قصُور' پاکستان کا ایک مشہور شہر ہے ۔ اُس زمانے میں یہ شہر تعلیم کا بہت بڑا مرکز تھا ۔ وارث شاہؒ تعلیم حاصل کرنے کے لیے قصُور تشریف لے گئے اور حافظ غلام مُرتَضیٰ کے شاگرد ہوئے ۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ پاک پٹن میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور ٹھٹّہ جاہر کی ایک مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ کچھ عرصے بعد وہ ایک گاؤں ملکہ ہانس میں منتقل ہو گئے ۔ یہیں آپ نے ہیر رانجھا کی کہانی نظم کی صُورت میں لکھی ۔ بعض دوسرے شاعروں نے بھی اس کہانی کو نظم کیا ہے لیکن وارث شاہؒ کی "ہیر رانجھا" کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی ۔ یہ نظم عوام میں "ہیرِ وارث شاہ" کے نام سے مشہور ہے ۔

اُنھوں نے اس نظم کے اشعار جب لوگوں کو سنائے تو اسے بہت پسند کیا گیا ۔

چند دنوں میں اس نظم کا چرچا گھر گھر ہو گیا ۔ یہ سُن کر اُن کے استاد نے وارث شاہؒ کو بُلا بھیجا ۔ وارِث شاہؒ اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ استاد نے کہا : " وارِث جو تم نے لکھا ہے، وہ مجھے بھی سناؤ۔" حافظ غلام مُرتضیٰ نے وارِث شاہؒ کی زبانی ہیر رانجھا کے اشعار سُنے تو بہت خوش ہوئے ۔ اِس محفل میں جتنے لوگ بیٹھے تھے سب نے اُن کے اشعار کو بہت پسند کیا ۔ جب محفل ختم ہوئی تو اُن کے استاد نے دُعا کی کہ اللہ تمھارے کلام کو ہمیشہ زندہ رکھے ۔ آج بھی شاہ صاحبؒ کی یہ کتاب پنجاب میں بہت مشہور ہے ۔ خود وارِث شاہؒ اپنے اَشعار کے بارے میں کہا کرتے تھے :

" یہ پھُول ہمیشہ خوشبو دیتے رہیں گے اور میرا باغ ہمیشہ پھَلتا پھُولتا رہے گا۔"

اُن کا قول سچ ثابت ہوا ۔ "ہیر وارث شاہ" کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں ۔ وارث شاہؒ نے اپنی عُمر کے آخری دن اپنے گاؤں جنڈیالہ شیر خاں میں گزارے ۔ وہیں آپ کا مزار ہے ، جہاں ہر سال ساوَن کے مہینے میں عُرس ہوتا ہے ۔ ہزاروں آدمی عُرس میں شریک ہوتے ہیں اور فاتحہَ پڑھتے ہیں ۔

مشق

۱۔ وارث شاہؒ کی مشہور نظم کا نام بتائیے؟

۲۔ "ہیر وارِث شاہ" میں کون سی کہانی نظم کی گئی ہے ؟

۳۔ حافظ غلام مُرتضیٰ نے "ہیر وارث شاہ" سننے کے بعد کیا دُعا دی ؟

۴۔ وارِث شاہؒ اپنے اشعار کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے ؟

۵۔ مندرجۂ ذیل لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے ۔

وطن ۔ شاعر ۔ شہرت ۔ شاگرد ۔ نظم ۔ خدمت ۔ پھُول ۔ عُرس ۔

پاکستانی بچّے



ہم پاکستانی بچّے ہیں ۔ ہم آپس میں مَحبّت اور لگن سے مل جل کر رہتے ہیں ہم نہایت ہوشیاری اور محنت سے کام کرتے ہیں ، کام کاج میں اپنے بڑوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں ۔ ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں ۔ ہم سب اسکولوں میں پڑھتے ہیں اور کھیل کود میں بڑے شوق سے حصّہ لیتے ہیں ۔ ہم سب اُردو زبان بولتے اور سمجھتے ہیں ۔ یہ ہماری قومی زبان ہے ۔

ہمارے وطن پاکستان میں چار صوبے ہیں ۔ سندھ ، پنجاب ، سرحد اور بلوچستان ۔ ہم اپنے صوبے کی زبان بھی سیکھتے اور بولتے ہیں یعنی سرحد میں پشتو ، پنجاب میں پنجابی ، سندھ میں سندھی اور بلوچستان میں بلوچی ۔

پاکستان میں پہاڑی اور میدانی علاقے پائے جاتے ہیں ۔ اِن کی آب و ہَوا میں فرق ہے ۔ پہاڑی علاقوں کی آب و ہَوا سَرد ہوتی ہے ۔ میدانی حصّوں میں گرمیوں

میں بہت گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں سخت سردی ہوتی ہے۔ صوبہ سرحد کی آب وہوا سَرد ہے۔ اس لیے یہاں کے بچّوں کا رنگ سرخ وسفید ہوتا ہے۔ لڑکے بچپن ہی سے نشانہ بازی کی مشق کرتے ہیں۔ لڑکے لڑکیاں بھیڑ، بکریاں چَراتے اور ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں لمبے کُرتے اور شلوار پہنتے ہیں۔ لڑکیاں سَر پر چادر اوڑھتی ہیں۔

صوبہ سرحد سے مِلا ہوا پنجاب کا علاقہ ہے۔ یہاں کے بچے بڑے بہادر ہوتے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کے بھی شوقین ہیں۔ کھیلوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ کبڈّی ان کا پسندیدہ کھیل ہے۔ شہری بچے، بچّیاں کرکٹ، ہاکی، اور فٹ بال بھی کھیلتے ہیں۔ یہاں کے بچّے عام طور پر قمیض اور شلوار پہنتے ہیں۔ لڑکیاں سر پر دوپٹہ اوڑھتی ہیں۔

پنجاب کے جنوب میں سندھ کا صوبہ ہے۔ یہاں کے بچّے بڑے محنتی اور جَفاکش ہیں۔ انھیں پڑھنے لکھنے کا بہت شوق ہے۔ یہ ہر قسم کے کھیل میں حصّہ لیتے ہیں۔ ملاکھڑا لڑکوں کا پَسَنْدِیْدَہ کھیل ہے۔ لڑکیاں رسّی ٹاپا کھیلتی ہیں۔ یہاں کے بچّے لمبے اور ڈِھیلے ڈھالے کُرتے اور شلواریں پہنتے ہیں۔ سَر پر پگڑی باندھتے ہیں یا سندھی ٹوپی پہنتے ہیں۔ لڑکیاں کڑھے ہوئے پھُول دار کُرتے پَسند کرتی ہیں اور سَر پر اَجرک اوڑھتی ہیں۔

سندھ سے مِلا ہوا بلوچستان کا علاقہ ہے۔ یہاں کے بچے بڑے گھیر کی شلواریں پہنتے ہیں۔ لڑکیاں ڈِھیلا کُرتا اور شلوار پہنتی ہیں اور سر پہ چادر اوڑھتی ہیں۔ یہ بچّے بھیڑ، بکریاں اور اُونٹ چَرانے میں اپنے ماں باپ کی مدد کرتے ہیں۔ یہ جَفاکش اور محنتی ہوتے ہیں۔

ہمیں اپنے دِین اوراپنے وطن سے بہت محبّت ہے ۔ ہم سب کو تعلیم کا شوق بہت زیادہ ہے ۔ ہماری بہنیں بھی تعلیم حاصل کررہی ہیں ۔ ہمارے وطن میں دسویں جماعت تک تعلیم مُفت ہے ۔

مشق

۱۔ پاکستان کی قومی زبان کون سی ہے ؟

۲۔ صوبوں میں کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں ؟

۳۔ صوبۂ سندھ اور صوبۂ پنجاب کے پسندیدہ کھیل کون کون سے ہیں ؟

۴۔ اِن جُملوں میں سے صحیح بات اپنی کاپی پر لکھیے :

(الف) پاکستانی بچّوں کو اپنے وطن سے بہت محبّت ہے ۔

(ب) پاکستانی بچّوں کو کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔

(ج) پاکستانی بچّے اپنے ماں باپ کا ادب کرتے ہیں۔

(د) اُردو پاکستان میں ہرجگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

۵۔ اِن الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے :

ہاتھ بٹانا ۔ بڑھ چڑھ کر۔ ڈھیلے ڈھالے ۔ پسندیدہ ۔

۶۔ اِن لفظوں پر اعراب لگائیے :

لگن ۔ ہوشیاری ۔ نشانہ ۔ شوقین ۔ پسندیدہ ۔

۷۔ سُرخ وسفید دولفظ ہیں جن کے درمیان ' واؤ ' لگایا گیا ہے ، اسی طرح کے پانچ مزید مرکّب الفاظ لکھیے ۔مثلاً زمین و آسمان ، دل و جان ۔

ہمدردی

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا

کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
اُڑنے چگنے میں دن گزارا

پہنچوں کس طرح آشیاں تک
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا

سُن کے بلبل کی آہ و زاری
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا

حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا

کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری
مَیں راہ میں روشنی کروں گا

اللہ نے دی ہے مجھ کو مَشعَل
چمکا کے مجھے دِیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

علامہ اقبالؒ

مشق

۱۔ بلبل کیوں اُداس بیٹھا تھا؟

۲۔ اِس نظم میں بلبل کے ساتھ کس نے ہمدردی کی؟

۳۔ اس شعر کا مطلب بتائیے:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

۴۔ اِس نظم سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۵۔ یہ نظم علامہ اقبالؒ نے لکھی ہے۔ اُن کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جیسی کرنی ویسی بھرنی

کِسی گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا۔ وہ بہت امیر تھا۔ اس کی ایک عالی شان حویلی تھی۔ دولت نے زمیندار کو مغرور اور ظالم بنا دیا تھا۔ زمیندار کی خوب صورت حویلی کے قریب ہی ایک غریب لکڑہارے کی جھونپڑی تھی۔ مغرور زمیندار چاہتا تھا کہ کسی طرح اس جھونپڑی کو ہٹا دے تاکہ اس کی خوبصورت حویلی بدنما نہ لگے۔

ایک مرتبہ زمیندار نے بہت سی کپاس سَستے داموں خریدی اور اسے اپنی حویلی کے کمروں میں رکھ دیا۔ زمیندار اُس کے دام بڑھنے کا اِنتظار کرنے لگا تاکہ زیادہ سے زیادہ نَفع کما سکے۔

زمیندار لکڑہارے کی جھونپڑی کو ہٹانے کی ترکیبیں سوچتا رہتا۔ ایک دن اُس نے سوچا کیوں نہ جھونپڑی میں آگ لگا دی جائے۔ اس طرح جھونپڑی کے ساتھ لکڑہارا اور اس کی بیوی بچّے بھی جل کر خاک ہوجائیں گے۔ "نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری"۔

آخر کار ایک رات زمیندار نے غریب لکڑہارے کے گھر میں آگ لگوا دی۔ لکڑہارا اپنی جھونپڑی میں سو رہا تھا۔ آگ کے شُعلے جو اٹھے تو لکڑہارے کی آنکھ کھُل گئی۔ اس نے جلدی سے اپنی بیوی بچّوں کو باہر نکالا۔ اس کے گھر میں اِتنا پانی بھی نہ تھا کہ وہ آگ بجھاتا۔ وہ بھاگا بھاگا زمیندار کے پاس پہنچا اور مدد مانگی۔

مغرور زمیندار نے اُسے بُری طرح جِھڑک دیا اور کہا "آگ لگی ہے تو میں کیا کروں"؟ یہ جواب سُن کر لکڑہارے کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ اپنی جھونپڑی کو جلتا ہوا دیکھتا رہا اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتا رہا۔ بے رحم زمیندار جھونپڑی کو جلتا ہوا دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

اللہ غرور اور ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ یکایک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔ غریب کی جلتی ہوئی جھونپڑی سے چنگاریاں اُڑیں اور کھڑکی سے ہوتی ہوئی زمیندار کی کپاس پر جاگریں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری حویلی آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ زمیندار نے جب اپنی حویلی کو جلتے ہوئے دیکھا تو اس کے غرور کا سارا نشہ ہَرن ہوگیا۔ آگ قابو سے باہر ہوچکی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنی جان بچاسکا۔

تھوڑی دیر پہلے زمیندار غریب لکڑہارے کی جھونپڑی کو جلتا دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ اب اس کی اپنی عالی شان حویلی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوچکی تھی۔

سچ ہے۔ 'جیسی کرنی ویسی بھرنی'۔

مشق

۱۔ زمیندار نے لکڑہارے کی جھونپڑی میں آگ کیوں لگوائی ؟

۲۔ جب لکڑہارا زمیندار کے پاس مدد مانگنے گیا تو زمیندار نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ؟

۳۔ زمیندار کی حویلی میں کیسے آگ لگی ؟

۴۔ زمیندار کو لکڑہارے پر ظلم کرنے کا کیا نتیجہ مِلا ؟

۵۔ الفاظ کے شروع میں مناسب تبدیلی کے بعد "بد" لگاکر ضِد بنائیے۔ مثلاً: 'خوش نما' سے 'بدنما'

خوب صورت سے ———   باتمیز سے ———

خوش کلام سے ———   خوش خو سے ———

اچھّی باتیں

شکیلہ کرسی پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی۔ اس کی چھوٹی بہن جمیلہ ایک رسالہ ہاتھ میں لیے ہوئے آئی۔ اس نے دیکھا کہ شکیلہ باجی اخبار کے مُطالعے میں مصروف ہیں تو وہ واپس جانے لگی۔

شکیلہ نے اُسے آواز دی اور پوچھا۔

شکیلہ : کیوں جمیلہ کیا بات ہے؟

جمیلہ : باجی جان! مجھے آپ سے کام تھا مگر آپ اخبار پڑھنے میں مصروف ہیں۔

شکیلہ : کیا کام ہے؟

جمیلہ : مجھے بزرگوں کی کہی ہوئی کچھ اچھّی باتیں لکھوا دیجیے۔

شکیلہ : تم یہ باتیں لکھ کر کیا کروگی؟

جمیلہ : باجی جان! دیکھیے بچّوں کے اس رسالے میں بزرگوں کی کہی ہوئی اچھّی اچھّی باتیں چھپی ہیں۔ آپ کچھ اور باتیں لکھوا دیجیے میں ان سب کو یاد کرلوں گی۔

شکیلہ : یہ تو بہت اچھّی بات ہے لیکن لکھنے سے پہلے ایک بات غور سے سنو۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی زندگی کے تجربات کی روشنی میں بہت سی اچھّی باتیں بتائی ہیں۔ یہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں تاکہ ہم اِن باتوں کو پڑھ کر اُن پر عمل کریں۔ ان اچھّی باتوں کو "اقوالِ زرّیں" کہا جاتا ہے۔

جمیلہ : میں سمجھ گئی باجی جان! آپ جو باتیں لکھوائیں گی میں انھیں یاد کروں گی اور ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کروں گی۔

شکیلہ : لِکھّو!

۱۔ عِلم ایک لازوال دولت ہے۔ (حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجہَہٗ)

۲۔ ذِلّت کی زندگی سے عِزّت کی موت بہتر ہے۔ (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ ایمان دار تاجر کا مرتبہ عابد کے مرتبے کے برابر ہے۔ (حضرت امام شافعیؒ)

۴۔ انسانی خدمت میں عظمت ہے۔ (حضرت امام رازیؒ)

۵۔ دل کا سکون چاہتے ہو تو حسد سے دُور رہو۔ (حضرت بابا فرید گنج شکرؒ)

۶۔ حلال روزی کمانے والے کے دل کو خدا نُور سے بھر دیتا ہے۔ (شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ)

جمیلہ : شکریہ باجی جان۔

مشق

۱۔ شکیلہ باجی کو دیکھ کر جمیلہ کیوں واپس جانے لگی تھی؟

۲۔ جمیلہ نے اپنی باجی جان سے کیا پوچھا؟

۳۔ ان اقوال کو مکمل کیجیے:

(الف) ایمان دار ـــــ کا مرتبہ ـــــ کے مرتبے کے برابر ہے۔

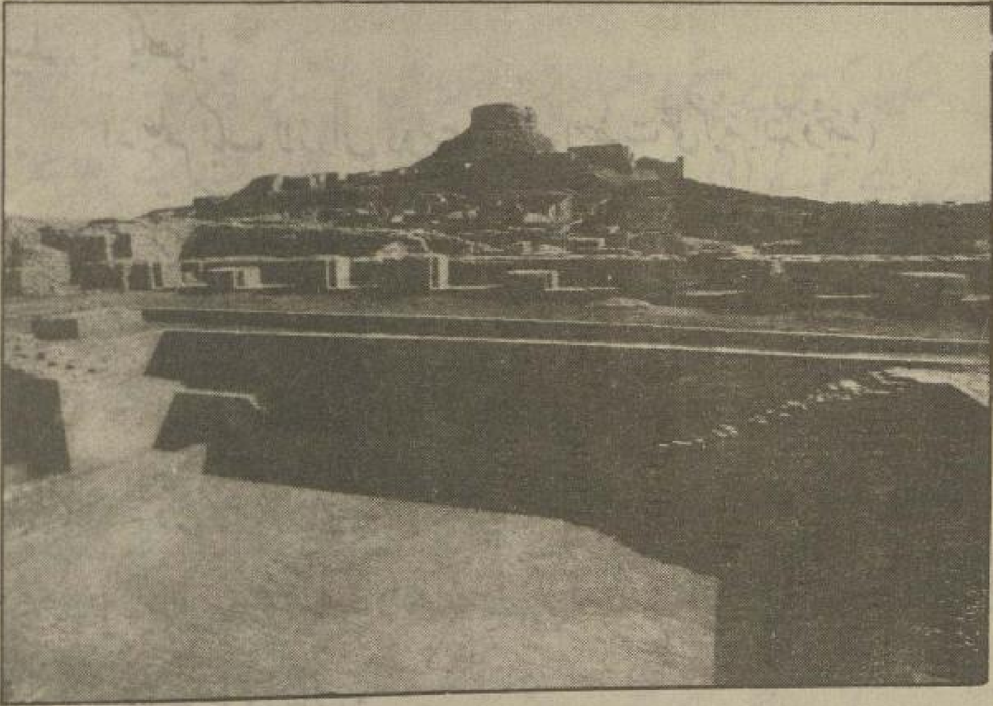
(ب) انسانی خدمت میں ـــــ ہے۔

(ج) دل کا سکون چاہتے ہو تو ـــــ سے دُور رہو۔

(د) ذِلّت کی زندگی سے عِزّت کی ـــــ بہتر ہے۔

۴۔ "عِلم ایک لازوال دولت ہے۔" کس کا قول ہے؟

موئن جو دڑو



دنیا میں ہزاروں سال پہلے بھی بہت سے شہر آباد تھے۔ ان میں سے کئی شہر کسی وجہ سے تباہ ہو گئے اور زمین کے نیچے دَفن ہو گئے۔ دنیا کے کئی ملکوں میں ایسے قدیم شہروں کے کھنڈر کھود کر نکالے گئے ہیں۔ پاکستان میں بھی کئی پُرانے شہروں کے کھنڈر ملے ہیں، جن میں سے ایک "موئن جو دڑو" ہے۔ یہ شہر اب سے کئی ہزار سال پہلے آباد تھا۔

شمالی سندھ میں ایک ضلع لاڑکانہ ہے۔ اس ضلعے میں موئن جو دڑو ریلوے اسٹیشن سے تقریباً ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ٹیلا ہے جس کو لوگ موئن جو دڑو (یعنی مُردوں کا ٹیلا) کہتے ہیں۔ اس ٹیلے کو کھودا گیا تو اس کے نیچے ایک شہر کے کھنڈر نکلے۔

کھُدائی کے بعد اس شہر سے جو چیزیں ملی ہیں، ان میں بچّوں کے کھلونے، مٹّی

کی بنی ہوئی بیل گاڑیاں، عورتوں کے زیورات، کنگھیاں، ہڈی اور ہاتھی دانت کی بنی ہوئی چیزیں، مٹی کے برتن، چینی کے برتن، سیپ اور گھونگھے کی بنی ہوئی چیزیں بہت خوب صورت ہیں۔ ان کے علاوہ تانبے اور کانسی کے بنے ہوئے اوزار اور مجسمے بھی ملے ہیں۔ ان چیزوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موئن جو دڑو کے قدیم باشندے مُہَذَّب اور ہُنرمَند تھے۔ وہ آمدورفت اور سامان ڈھونے کے لیے گاڑیاں استعمال کرتے تھے۔

کھنڈر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس شہر کے باشندے بہت محنتی اور ہوشیار تھے۔ اُنھوں نے رہنے کے لیے خوب صورت اور آرام دہ مکان تعمیر کیے تھے۔ مکان پکّی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔ شہر کی گلیاں کافی چوڑی تھیں۔ گندے پانی کی نکاسی کے لیے ڈھکی ہوئی نالیاں بنائی گئی تھیں۔ یہ لوگ بہت صفائی پسند تھے۔ انھوں نے اپنے مکانوں میں نہانے کے لیے غسل خانے بھی بنائے تھے۔ مکانوں میں روشن دان بھی تھے۔ ان کے یہاں ناپ تول کا اچھا اِنتِظام تھا۔ تولنے کے لیے جو ترازو اور باٹ استعمال ہوتے تھے۔ ان کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی جاتی تھی۔

موئن جو دڑو کے لوگوں کا اصل پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ وہ شکار بھی کھیلتے تھے جو چیزیں ملی ہیں، اُنھیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بڑے اچھّے کاری گر بھی تھے۔ پتھروں کو تراش کر مجسّمے بناتے تھے۔ اُنھوں نے تانبے اور کانسی کے جو برتن بنائے تھے وہ بہت خوب صورت ہیں۔ مٹی کے برتنوں پر کیا ہوا رنگ وروغن آج تک اچھّی حالت میں ہے۔ اُنھوں نے ہتھیار اور زیورات بھی بہت اچھے بنائے تھے۔ کچھ لوگ تجارت بھی کرتے تھے۔ موئن جو دڑو کو دیکھنے کے لیے دُور دراز کے ملکوں سے لوگ آتے ہیں۔

سیّاحوں کے آرام اور کھنڈرات کی دیکھ بھال اور حفاظت کے لیے حکومت نے ایک مُحکمہ قائم کیا ہے جس کو مُحکمۂ "آثارِ قدیمہ" کہتے ہیں۔

حکومت نے آمدورفت کی سہولت کے لیے وہاں ایک پختہ سڑک بنائی ہے اور سیاحوں کے لیے "ریسٹ ہاؤس" بھی بنایا ہے جہاں وہ ٹھہرتے اور آرام کرتے ہیں۔

مشق

۱۔ موئن جو دڑو کس ضلعے میں واقع ہے؟

۲۔ موئن جو دڑو سے جو چیزیں نکلی ہیں ان کے نام بتائیے۔

۳۔ موئن جو دڑو کے باشندوں کے پیشے اور کاروبار کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

۴۔ محکمۂ آثارِ قدیمہ کے کیا کام ہیں؟

۵۔ "موئن جو دڑو" پر اپنی کاپی میں ایک چھوٹا سا مضمون لکھیے۔

۶۔ ان لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

قدیم ۔ کھنڈر ۔ کھدائی ۔ صفائی ۔ ناپ تول ۔ کاری گر ۔ حفاظت ۔

ایک چھوٹی بچّی

سَیّدہ کیسی پیاری بچّی ہے
صورت اچھّی ، سمجھ بھی اچھّی ہے

ذرا دیکھو تو اِس کی صورت کو
سچّی چینی کی جیسی مُورت ہو

ہے ابھی دو برس کی خیر سے جان
پر سب اچھّے بُرے کی ہے پہچان

ہے ادب سے بڑوں کا لیتی نام
سب کو کرتی ہے ہاتھ اُٹھا کے سلام

وہ کسی بات پر مچلتی نہیں
اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں

آرزو تو بہت ہے بولنے کی
پَر، نہیں اٹھتی ہے زبان ابھی

نہیں منہ سے نکلتے پورے بول
بولتی ہے سدا اُدھورے بول

نئے آتے ہیں گھر میں جب مہماں
دیکھ دیکھ ان کو ہوتی ہے خنداں

عُمر اس کی خدا دراز کرے
عِلم سے اس کو سرفراز کرے

خواجہ الطاف حسین حالی

مشق

۱۔ اس نظم میں سَیّدہ کی عُمر کتنی بتائی گئی ہے؟

۲۔ سَیّدہ میں کون کون سی اچھّی عادتیں ہیں؟

۳۔ وہ شعر بتائیے جس میں سَیّدہ کو دُعا دی گئی ہے؟

۴۔ اس شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

وہ کسی بات پر مچلتی نہیں
اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں

کاغذ کی کہانی اُس کی اپنی زبانی

میں کاغذ ہوں ۔ مجھے پہلی بار کب بنایا گیا ، خود مجھے بھی یاد نہیں ۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ سب سے پہلے چین کے لوگوں نے مجھے بنایا۔ پھر مسلمانوں نے مجھے ساری دنیا میں پھیلایا ۔ ابتدائی زمانے میں مجھے مختلف شکلوں میں بدل بدل کر پیش کیا گیا ۔ میں شروع میں اتنا خوب صورت نہ تھا جتنا اب ہوں ۔ آپ جس کتاب میں میری کہانی پڑھ رہے ہیں وہ مجھی سے بنی ہے۔ ذرا سوچیے تو ! اگر میں نہ ہوتا تو آپ کو پڑھنے کے لیے اتنی اچھّی اچھّی کتابیں کہاں سے ملتیں ؟

بچّو ! مجھے تم تک پہنچنے میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں ۔ مجھ پر کیا گزرتی ہے ، وہ میں ہی جانتا ہوں ۔ پہلے میں پانی میں بہت دنوں تک بھگویا جاتا ہوں ۔ پھر دھوپ میں رکھا جاتا ہوں ۔ مجھے مشینوں میں دبا کر پتلا کیا جاتا ہے۔ اس طرح میں تمھارے ننّھے ننّھے ہاتھوں تک طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے گزر کر پہنچتا ہوں ۔

جب میں کارخانے میں بَن کر تیار ہوا تو مجھے منڈی میں لا کر بیچ دیا گیا اور میرے خریدار آ کر مجھے لے گئے ۔ کسی نے اپنے کاروبار کے لیے خریدا ، کسی نے تعلیمی ضُرورت کے لیے ۔ کچھ لوگوں نے مجھے بالکل حقیر سمجھا اور اِستعمال کیے بغیر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا ۔ مجھے زیادہ شکایت ان بچّوں اور بچّیوں سے ہے جو

میری پرواہ نہیں کرتے اور اپنی کتابوں اور کاپیوں سے نکال کر بے دردی سے سے پھاڑ پھینکتے ہیں۔

تم جانتے ہو اُن کے برتاؤ سے مجھے کتنا دکھ ہوتا ہے ؟ لیکن میں صَبر سے کام لیتا ہوں۔ میں نے دیکھا جیسے جیسے زمانہ ترقّی کرتا گیا ، دُنیا کو میری اہمیّت کا اِحساس ہوتا گیا۔

میں طرح طرح سے دنیا بھر کی خِدمَت کرتا ہوں۔ اخبار کی شکل میں مُلک مُلک کی خبریں لاتا ہوں۔ کتابوں کی صورت میں بچّوں اور بڑوں کے لیے علم کے خزانے پیش کرتا ہوں۔ جب کبھی میں نوٹ کی شکل اختیار کرلیتا ہوں تو میری قیمت بڑھ جاتی ہے۔ لوگ میرے ذریعے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتے ہیں اور جب مجھ پر قرآن پاک چھاپا جاتا ہے تو میری عزّت اور توَقیر اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

میں دن رات کسی نہ کسی رُوپ میں انسانوں کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔ آپ کو میری زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ دوسروں کی بھلائی کے لیے تکلیفیں بھی خوشی سے برداشت کرنی چاہییں۔

مشق

۱۔ کاغذ کس طرح تیار کیا جاتا ہے ؟

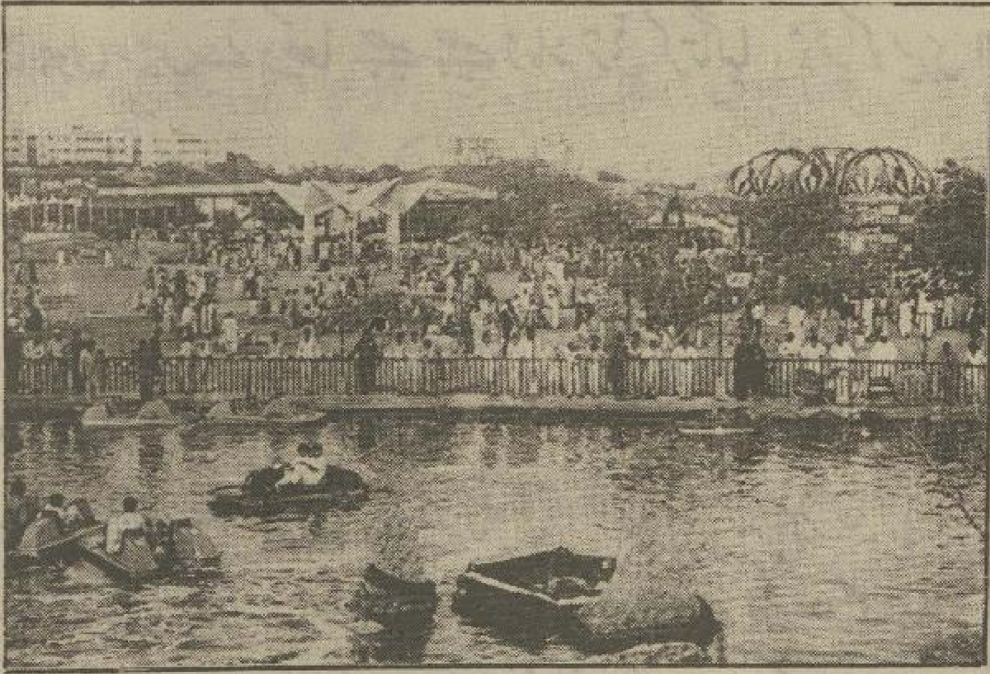
۲۔ کاغذ کس کس طرح ہمارے کام آتا ہے ؟

۳۔ کاغذ کی کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

۴۔ مندرجہ ذیل لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

منڈی ۔ حقیر ۔ صبر ۔ اہمیّت ۔ اختیار ۔ برداشت ۔

کلفٹن کا میلا



عید کا دن تھا ، میں نے ابا جان سے کہا ۔ ہمیں کلفٹن کا میلا دکھانے لے چلیے ۔ انھوں نے کہا " بیٹے آج شام تم لوگوں کو کلفٹن کے میلے میں لے چلوں گا"
شام کے چار بجے ابا جان کے ہمراہ ہم سب بہن بھائی کلفٹن پہنچ گئے ۔ میلے میں اِتنی بھیڑ تھی کہ ہر طرف لوگوں کے سَر ہی سَر نظر آتے تھے ۔ رکشاؤں ، ٹیکسیوں اور کاروں کا تانتا بندھا ہوا تھا ۔ ساحل کے قریب بہت سی دکانیں اور ہوٹل تھے ، جنھیں رنگین جھنڈیوں اور غباروں سے بڑی خوب صورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا ۔ لوگ اپنی اپنی پسند کی چیزیں خرید رہے تھے ۔ میں نے اپنے لیے سیپیوں کے بنے ہوئے بٹن خریدے اور امّی جان کے لیے موتیوں کا ہار خریدا ۔ ماجد نے ایک درجن گھونگے اور ثمینہ نے گھونگوں کا بنا ہوا ایک

ہار خریدا۔ کمال نے ایک بڑی کوڑی خریدی۔

ساحل کے تھوڑے ہی فاصلے پر موت کا کنواں، سرکس اور جھولے لگے ہوئے تھے۔ ابّا جان نے سرکس کے ٹکٹ خریدے اور ہمیں سرکس دکھایا جس میں ہمیں بہت مزا آیا۔ خاص طور پر ہاتھی کا تماشا سب کو پسند آیا۔ پھر ہم نے ابّا جان سے کہا کہ ہم جھولے میں بیٹھیں گے۔ ابّا جان نے بتایا "جھولا بہت اونچا ہے اور تیزی سے گھومتا ہے چکّر آنے اور گر جانے کا ڈر ہے۔آؤ تمھیں مچھلی گھر کی سیر کرائیں"۔ ہم مچھلی گھر میں داخل ہوئے تو یہاں ایک نرالی دنیا نظر آئی۔ ہزاروں قسم کی چھوٹی بڑی رنگ برنگی مچھلیاں تھیں۔ یہ مچھلیاں دنیا کے مختلف سمندروں اور دریاؤں سے لاکر اِس مچھلی گھر میں رکھی گئی ہیں۔

مچھلی گھر کی سیر کرنے کے بعد ابّا جان ہمیں ایک بڑے سے کمرے میں لے گئے جس کا نام "پلے لینڈ" ہے۔ یہاں بچّوں کے بہت سے کھیل ہیں۔ ایک بہت ہی دلچسپ کھیل مَقناطِیسی کاریں ہیں۔ اِن کاروں میں اگر کوئی ایک بار بیٹھ جائے تو اُترنے کو دل نہیں چاہتا۔ پھر ہم حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار پر گئے۔ یہاں بھی لوگوں کا ہُجُوم تھا۔ یہ مزار ایک ٹیلے پر ہے۔ ہم سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ مزار کے نیچے پانی کا چشمہ ہے۔ سمندر کے کنارے ہونے کے باوجود اس کا پانی میٹھا ہے۔ ہم نے چشمے کا پانی پیا اور باہر آگئے۔ ابّا جان نے کہا "اب تم کافی تھک گئے ہو، آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر سستالیں"۔ ہم سب ایک قریبی ہوٹل میں بیٹھ گئے اور چائے پی۔

جب ہم ہوٹل سے باہر آئے تو سُورج غُروب ہو چکا تھا۔ ہر طرف برقی قمقُمے

ستاروں کی طرح جگ مگ، جگ مگ کر رہے تھے۔ دوسری طرف کراچی شہر کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ یہ منظر بڑا دِلکش تھا۔ طبیعت چاہتی تھی کہ ساحل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر بیٹھے رہیں اور اس نظارے سے لُطف اُٹھاتے رہیں مگر ابّا جان نے کہا، اب رات ہوگئی ہے چلو گھر چلیں۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم سب گھر آگئے۔

مشق

۱۔ کسی سرکس کا حال بیان کیجیے۔

۲۔ کلفٹن پر کن بزرگ کا مزار ہے؟

۳۔ کلفٹن سے رات کے وقت کراچی کیسا معلوم ہوتا ہے؟

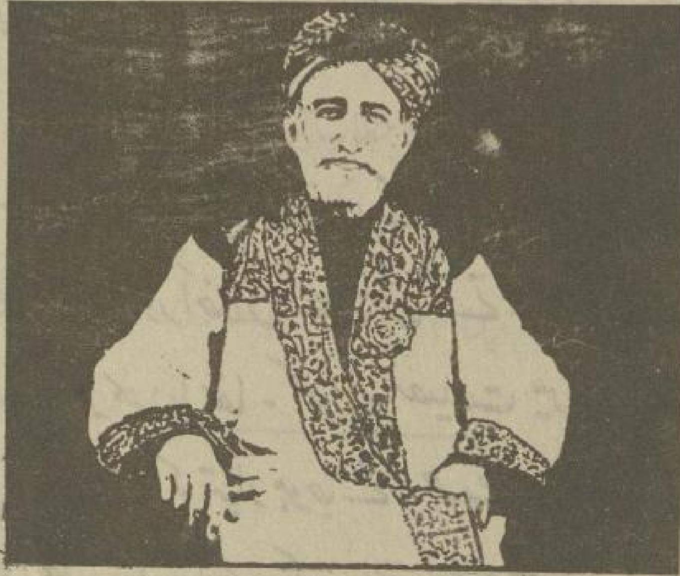
۴۔ اس سبق میں کچھ لوگوں اور چیزوں کے نام دیے گئے ہیں جن میں کچھ خاص نام ہیں اور کچھ عام نام ہیں — مثلاً:

ساجد۔ ثمینہ۔ کمال۔ کراچی خاص نام ہیں جنھیں "اسم معرفہ" کہتے ہیں۔

لوگ۔ لڑکا۔ ہاتھی۔ سرکس۔ مچھلی گھر۔ شہر۔ عام نام ہیں جنھیں "اسم نکرہ" کہتے ہیں۔

ایسے ہی پانچ پانچ اسم معرفہ اور اسم نکرہ اپنی کاپی میں لکھیے۔

مِرزا قَلیچ بیگ



دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ایسا کام انجام دیتے ہیں جس سے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچے۔ صوبۂ سندھ میں ایسے بہت سے لوگ پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مرزا قَلیچ بیگ بھی تھے۔

مرزا قَلیچ بیگ ۱۸۵۳ء میں ٹنڈو بھوڑو میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد جارجیا سے سندھ آئے تھے اور حیدر آباد میں مُقیم ہو گئے تھے۔ ان کا نام فریدوں بیگ تھا۔ انھیں تعلیم سے بڑی دِل چسپی تھی۔

مرزا قَلیچ بیگ نے فارسی، اُردو، سندھی، عربی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ حیدر آباد کے ایک سرکاری اسکول میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ کچھ عرصے بعد وہ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے بمبئی چلے گئے۔ لیکن چند مجبوریوں

کی وجہ سے تعلیم چھوڑنی پڑی اور اُنھوں نے دوبارہ سرکاری ملازمت کرلی۔ ابتدا میں وہ مختار کار مقرر ہوئے اور آخر میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

مرزا صاحب بہت اچھّی عادتوں کے مالک تھے۔ بزرگوں کی خدمت کرتے اور ہر شخص سے محبّت اور اَخلاق سے پیش آتے۔ اللہ نے ان کے دل میں ہمدردی کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا تھا۔ کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو ان کا دل بھر آتا اور وہ اس کی مدد کرنے کو تیّار ہوجاتے۔ جھوٹ اور خوشامد سے انھیں نفرت تھی۔ وہ اپنے فرائض دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے۔ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی اُن کے علم سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے سندھی زبان میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ سندھی ادیبوں میں آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی تحریر میں سلاست اور سادگی کے ساتھ ساتھ نئے نئے خیالات پیش کیے۔ انھوں نے سندھی ادب میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ اس کے علاوہ فارسی، انگریزی اور عربی زبانوں کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ ان کی عِلمی خدمات کی وجہ سے انھیں "شمسُ العلماء" کا خطاب دیا گیا۔ شمس العلماء کے معنی "عالموں کا سُورج" ہیں۔

۳ر جولائی ۱۹۲۹ء کو اس نامور عالِم اور شاعر نے ۷۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مشق

۱۔ مرزا قلیچ بیگ کن کن اچھی عادتوں کے مالک تھے؟

۲۔ مرزا قلیچ بیگ نے سندھی زبان کی کیا خدمت کی؟

۳۔ مرزا صاحب کو شمس العلماء کا خطاب کیوں دیا گیا؟

۴۔ اِن لفظوں کے معنی اپنی کاپی میں لکھیے۔

انجام ۔ مقیم ۔ دل چسپی ۔ اخلاق ۔ دیانتداری ۔ فیض ۔ اُجاگر۔

جُگنو اور بچّہ

سُناؤں تمھیں بات اِک رات کی — کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی
چمکنے سے جُگنو کے تھا اِک سماں — ہوا پر اُڑیں جیسے چنگاریاں
پڑی ایک بچّے کی اُن پر نظر — پکڑ ہی لیا ایک کو دَوڑ کر
چمکدار کیڑا جو بھایا اُسے — تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھُپایا اسے
وہ جھم جھم چمکتا اِدھر سے اُدھر — پھرا، کوئی رستہ نہ پایا مگر
تو غمگین قیدی نے کی اِلتجا — کہ چھوٹے شکاری مجھے کر رہا

جُگنو:

خدا کے لیے چھوڑ دے ، چھوڑ دے — مِری قید کے جال کو توڑ دے

بچّہ:

کروں گا نہ آزاد اُس وقت تک — کہ میں دیکھ لوں دن میں تیری چمک

جُگنو:

چمک میری دِن میں نہ پاؤ گے تم — اُجالے میں ہو جائے گی وہ تو گُم
یہ قدرت کی کاری گری ہے جناب — کہ ذرّے کو چمکائے جُوں آفتاب

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

مشق

۱۔ جُگنو کی چمک کو کس چیز کے مانند بتایا گیا ہے؟
۲۔ جُگنو ہوا میں اُڑتے ہوئے کیسے لگ رہے تھے؟
۳۔ دن میں جُگنو کی چمک کیوں نظر نہیں آتی؟

تندُرستی ہزار نعمت ہے

بہت دنوں کی بات ہے، کسی گاؤں میں ایک امیر آدمی رہتا تھا۔ وہ بہت سُست اور کاہل تھا۔ ہر وقت اپنی حویلی کے کمرے میں پڑا رہتا تھا۔ اُس کے سارے کام اُس کے نوکر کرتے تھے۔ اس لیے اُسے طرح طرح کی بیماریوں نے آگھیرا تھا۔ کبھی پیٹ میں درد تو کبھی سَر میں، کبھی بخار تو کبھی نزلہ۔ اُس کے علاج کے لیے دُور دُور سے حکیم بُلائے گئے۔ حکیموں نے قیمتی دواؤں سے اُس کا علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

امیرِ آدمی روز بروز کمزور ہوتا چلا گیا۔ کھانے کے وقت اس کے لیے طرح طرح کے مزے دار کھانے چُنے جاتے مگر اُسے کوئی بھی کھانا اچھّا نہ لگتا کیوں کہ اُسے بھوک بہت کم لگتی تھی اور رات کو نیند بھی کم آتی تھی۔ اس لیے وہ زندگی سے بیزار تھا۔

امیر آدمی کے بیمار ہونے کی خبر آس پاس کے علاقے میں پھیل گئی۔ اس علاقے میں ایک بہت ہوشیار حکیم رہتا تھا۔ جب اُس نے امیر آدمی کی بیماری کا حال سُنا تو اس کے پاس آیا۔ اس کی نبض دیکھی اور کچھ سوالات کیے۔ بہت سوچ بچار کے بعد وہ اِس نتیجے پر پہنچا کہ امیر آدمی کی بیماری کا سبب صِرف اُس کی سُستی اور کاہلی ہے۔

حکیم سوچ رہا تھا کہ امیر آدمی کو کس طرح یقین دلایا جائے کہ اُس کی

بیماری، اُس کا ہر وقت لیٹے رہنا ہے ۔ بہت غور کرنے کے بعد ایک تدبیر اس کی سمجھ میں آئی ۔ حکیم دوسرے دن امیر آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا، آپ کا علاج آپ کی حویلی میں نہیں ہوسکتا ۔ اِس کے لیے گاؤں سے باہر ایک کمرہ بنوائیے ! اُس میں آپ کا علاج کیا جائے گا اور آپ بالکل تندرُست ہوجائیں گے ۔ امیر آدمی زندگی سے تنگ تو آہی چکا تھا ۔ اُس نے فوراً اپنے نوکروں کو گاؤں کے باہر کمرہ بنوانے کا حکم دے دیا ۔

کچھ دن بعد کمرہ تیار ہوگیا ۔ حکیم نے اُس کے فرش پر آگ جلائی ۔ جب فرش گرم ہوگیا تو اُس نے امیر آدمی کو بُلا بھیجا ۔ وہ دو گھوڑوں کی بگھی میں بیٹھ کر اُس جگہ پہنچا ۔ حکیم نے نوکروں کو یہ کہ کر واپس بھیج دیا کہ تم دو گھنٹے کے بعد آکر اپنے مالک کو گاؤں واپس لے جانا ۔ جب نوکر چلے گئے تو حکیم نے کمرے کا دروازہ کھولا اور امیر آدمی سے اندر چلنے کے لیے کہا ۔ جیسے ہی امیر آدمی کمرے میں داخل ہوا حکیم نے فوراً کمرے کا دروازہ بند کردیا اور خود وہاں سے چلا گیا ۔

امیر آدمی جب کمرے میں داخل ہُوا تو اس نے شور مچانا شروع کردیا ۔ " دروازہ کھولو ! دروازہ کھولو !! میرے پَیر جل رہے ہیں ۔" مگر وہاں اُس کی فریاد سُننے والا کوئی نہ تھا ۔ وہ زیادہ دیر تک فرش پر پَیر نہیں رکھ سکتا تھا ۔ اِس لیے اُس نے کمرے میں اُچھلنا کُودنا شروع کردیا ۔ وہ ایک پَیر فرش پر رکھتا، دوسرا اٹھائے رکھتا ۔ جلد ہی اُسے دوسرا پَیر بدلنا پڑتا ۔ اِس طرح کافی دیر تک وہ کمرے میں ناچتا رہا ۔ مسلسل اُچھل کود کی وجہ سے وہ پسینے میں شرابور ہوگیا ۔

امیر آدمی کے نوکر جب بگھّی لے کر اُسے لینے آئے اور انھوں نے کمرے کا دروازہ

کھولا تو دیکھا کہ امیر آدمی فرش پر پڑا ہوا ہے ۔ انھوں نے اُسے اُٹھایا اور بگھی میں بٹھاکر حویلی میں لے آئے ۔ جب امیر آدمی کے حواس دُرست ہوئے تو اُس نے نوکروں کو سارا ماجرا سُنایا اور کہا کہ " حکیم بہت بُرا آدمی تھا۔ وہ جہاں بھی ملے اُسے پکڑ لاؤ تاکہ اُسے اِس گُستاخی کی سزا دی جائے"۔

تھوڑی دیر کے بعد امیر آدمی کو کچھ بھوک لگی ۔ اُس نے کھانا منگایا اور سیر ہو کر کھایا ۔ آج اُسے کھانا بھی مزیدار معلوم ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سوگیا رات کو اُسے اچھّی طرح نیند آئی تو اُس نے محسوس کیا کہ اُس کے جسم میں کچھ چُستی آگئی ہے ۔ اب اُس کی سمجھ میں آگیا کہ حکیم کا اُسے کمرے میں بند کرنے کا کیا مطلب تھا ۔ اُس دن سے اُس نے سُستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنا شروع کر دیا اور تندُرست رہنے لگا ۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم روزانہ صبح سویرے ورزش کریں ۔ متوازن غذا کھائیں۔ جہاں تک ممکن ہو اپنا کام خود کریں تاکہ ہم تندرست رہیں۔

مشق

۱۔ امیر آدمی بیمار کیوں رہتا تھا ؟

۲۔ حکیم نے امیر آدمی کا علاج کس طرح کیا ؟

۳۔ کمرے میں امیر آدمی کی کیا حالت ہوئی ؟

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد (اُلٹ) الفاظ لکھیے ۔

امیر ۔ بیمار ۔ چُستی ۔ شروع ۔ رات ۔ سفید ۔ تندرست ۔

۵۔ " تندرستی ہزار نعمت ہے " پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھیے ۔

راشد منہاس



ہماری قوم میں بڑے بڑے بہادر اور جانباز گزرے ہیں جنھوں نے قوم اور ملک کے لیے عظیم قربانیاں دیں۔ ان بہادروں کے نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ راشد منہاس بھی قوم کے ایک ایسے ہی بہادر فرزند تھے۔

انھیں بزرگوں کی بہادری کے قصّے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ ٹیپو سلطان شہید کا یہ قول اکثر دہرایا کرتے تھے "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہے۔"

وہ پڑھنے لکھنے کے ساتھ ہوائی جہاز کے چھوٹے چھوٹے ماڈل بھی جمع کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی تحفے کے طور پر انھیں ہوائی جہاز کے کھلونے دیتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ انھیں جیب خرچ کے لیے جو پیسے ملتے، وہ انھیں جمع کر لیتے۔ اُن پیسوں سے ہوائی جہاز کے مختلف ماڈل خرید لیتے۔

دس سال کی عُمر میں راشد مِنہاس نے ہوائی جہازوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرلی تھیں ۔ جہازوں کے نام، اُن کی قسمیں اور اُن کی رفتار کے بارے میں وہ کافی معلومات رکھتے تھے ۔ جب ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی تو اُن کی عُمر صرف چَودہ سال تھی ۔ اُس وقت اُنھوں نے پاک فضائیہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ۔ وہ جنگ کے دوران پاک فضائیہ کے اُڑتے ہوئے جہازوں کو سُلُوٹ (فوجی سلام) کرتے اور کہتے "آگے بڑھو! آگے بڑھتے جاؤ!! اور دشمن کی کمر توڑ کر رکھ دو!!!"

۱۹۶۸ء میں اُنھوں نے میٹرک کا اِمتحان پاس کیا ۔ اِمتحان کا نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی اُنھوں نے پاک فضائیہ میں شامل ہونے کی درخواست دی ۔ اُن کا اِنتخاب کرلیا گیا اور پی ۔ اے ۔ ایف ۔ اکیڈمی رسالپور میں اُنھیں تربیّت حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا گیا ۔

جُمعہ ۲۰ اگست ۱۹۷۱ء ، وہ اپنا فوجی لباس پہن کر جہاز کے کاک پٹ میں بیٹھے تھے ۔ جہاز تربیّتی پرواز کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا کہ تربیّتی عملے کا پائیلٹ افسر مُطیعُ الرّحمٰن بھی جہاز میں سوار ہوگیا ۔ جب جہاز نے پرواز کی اور مُطیعُ الرّحمٰن نے جہاز کو بھارت لے جانے کے ارادے سے اُس کا رُخ اُدھر موڑا تو راشد مِنہاس نے وائرلیس کے ذریعے کنٹرول ٹاور کو اِطّلاع دی اور ساتھ ہی ساتھ جہاز پر قابو پانے کے لیے مُطیعُ الرّحمٰن سے زور آزمائی شروع کردی ۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ جہاز کا رُخ موڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو اُنھوں نے اُس کا رُخ زمین کی طرف کردیا ۔ جہاز نے کئی قلابازیاں کھائیں اور نیچے آگرا ۔ اِس طرح نوجوان

جانباز راشدِ منہاس نے اپنے ملک کی عزّت بچانے کے لیے اپنی جان قربان کردی۔ حکومتِ پاکستان نے اُنھیں "نشانِ حیدر" کا اِعزاز دیا اور اُن کی وطن پرستی، شجاعَت اور قربانی کا اِعتراف کیا۔ وہ باقاعدہ اپنی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ اس میں اُنھوں نے ایک جگہ لکھا ہے:

"ہم ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے پھر کیوں نہ ہم اپنی زندگی اپنے وطن پر نثار کردیں۔ یہ کام تو بہت آسان ہے۔"

مشق

۱۔ راشد مِنہاس شہید اکثر کون سا قول دہرایا کرتے تھے؟

۲۔ مطیع الرحمٰن کیا چاہتا تھا؟

۳۔ راشد مِنہاس کی وطن سے محبّت کا واقعہ بیان کیجیے۔

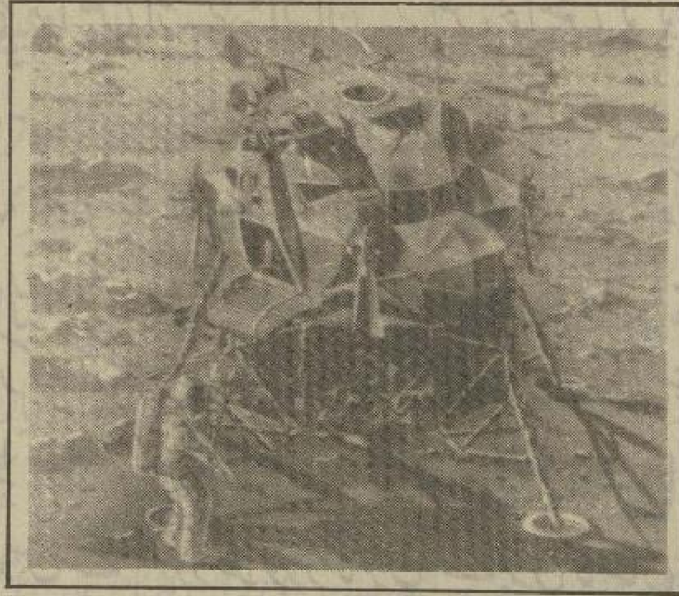
۴۔ حکومتِ پاکستان نے راشد مِنہاس کی قربانی کا اِعتراف کس طرح کیا؟

۵۔ راشد مِنہاس اپنی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ کیا آپ نے بھی ڈائری بنا رکھی ہے؟ اگر بنا رکھی ہے تو آپ اس میں کیا لکھتے ہیں؟

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع بنائیے۔
قوم ۔ بزرگ ۔ قول ۔ وطن ۔ مجاہد۔

۷۔ اِن لفظوں کے معنی اپنی کاپی میں لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے۔
بہادر ۔ فرزند ۔ تربیّت ۔ شجاعَت ۔ نثار۔

چاند کا سَفَر



چودھویں کی رات تھی ۔ چاندنی ہر طرف چِٹکی ہوئی تھی ۔ ہم سب گھر کے صحن میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ۔ چار پائیوں سے ذرا فاصلے پر آم کا ایک درخت تھا ۔ چاند کی روشنی درخت کے پتّوں سے چھَن چھَن کر زمین پر آ رہی تھی ۔ بچّے درخت کے نیچے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے ۔ قریب ہی ریڈیو رکھا تھا ۔ ریڈیو سے آواز آئی " اب بچّے کہانی سُنیں "۔

یہ آواز سُن کر بچّے کھیل کُود چھوڑ کر ریڈیو کے گرد جمع ہو گئے ۔ ریڈیو سے آواز آئی " بچّو ! آج آپ کے بھائی جان آپ کو چاند کے سَفَر کا حال سنائیں گے "۔ یہ سُن کر عذرا نے خوش ہو کر کہا " چندا ماموں دُور کے "۔ شاہد نے ناراض ہو کر کہا " چُپ ہو جاؤ ، ہمیں پروگرام سننے دو "۔ عذرا خاموش ہو گئی ۔ ریڈیو سے بھائی جان کی آواز آئی " پیارے بچّو ! آپ رات کے وقت آسمان پر چاند ستاروں کو چمکتے ہوئے دیکھ کر یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ اِن کے حالات معلوم کیے جائیں ۔

آئیے! آج ہم آپ کو آسمان پر چمکنے والے سیّارے چاند کے سفر کا حال سُنائیں۔
انسان جب پرندوں کو ہَوا میں اُڑتے دیکھتا تو اُس کا دل چاہتا کہ وہ بھی اُن کی طرح ہَوا میں اُڑے۔ انسان نے اِس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش شروع کردی۔

اِبتِدا میں غُبّارے اُڑائے گئے اور اُن غُبّاروں میں بیٹھ کر انسان نے اُڑنے کی کوشش کی۔ رفتہ رفتہ وہ ہوائی جہاز بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ تیز رفتار ہوائی جہاز تیار کرنے کے بعد انسان کے دل میں زمین کی کشِش سے باہر نکلنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آخر کار اُس نے زمین کی کشِش سے باہر نکلنے کی ترکیب معلوم کرلی۔ روس کے مشہور خَلانَورد گاگرین نے بڑی کامیابی سے زمین کے گِرد چکّر لگائے۔ اُس کے بعد دوسرے ممالک بھی چاند تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ ۱۹۶۹ء میں امریکی سائنسدانوں نے ایک خلائی راکٹ چاند کی طرف روانہ کیا۔ اُس راکٹ کا نام اپالو ۱۱ تھا۔ اِس میں ایک چاند گاڑی بھی تھی۔ راکٹ کو مشہور خَلانَورد ایڈون۔ای۔ ایلڈرن چلا رہے تھے۔ ایلڈرن کے علاوہ اس میں دو اور مشہور خَلانَورد آرم اسٹرونگ اور مائیکل کولن بھی موجود تھے۔ خلائی راکٹ کی رفتار چالیس ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ چاند کی سطح کے قریب پہنچ کر چاند گاڑی خلائی راکٹ سے الگ ہوگئی اور خَلائی راکٹ چاند کے گِرد چکّر لگاتا رہا۔

دنیا کا سب سے پہلا خوش قِسمت انسان جس نے چاند پر قدم رکھا، وہ آرم اسٹرونگ تھا، اُس کے پیچھے مائیکل کولن تھا۔ دونوں نے تھوڑی دیر تک چاند کی سَیر کی۔ چاند کی سَطح ناہموار تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

چانْد پر پہنچ کر ان دونوں کا وزن کم ہوگیا۔ اِسی لیے اُنھیں چلنے پھرنے میں دِقّت محسوس ہورہی تھی۔ چانْد کی سَطْح پر ہَوا بھی نہ تھی لیکن اُن دونوں کے پاس آکسیجن کے تھیلے موجود تھے۔ جس کی وجہ سے اُنھیں سانس لینے میں کوئی دِقّت نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر سَیر کرنے کے بعد دونوں چانْد گاڑی میں بیٹھ کر واپس خلائی راکٹ میں آگئے، جہاں اُن کا ساتھی ایلڈرن بے چینی سے اُن کا انتظار کر رہا تھا۔

خلائی راکٹ کچھ دیر بعد زمین کی طرف روانہ ہوگیا اور کامیابی کے ساتھ سَفَر کرنے کے بعد تینوں خَلانَوَرْد زمین پر خیریت سے واپس آگئے۔ پیارے بچّو! اُن کے بعد بہت سے خَلانَوَرْدوں نے خَلا میں سفر کیا۔ کچھ خَلانَوَرْد مَر بھی گئے۔ لیکن اُن لوگوں نے ایک عظیم مقصد کے لیے اپنی جان دی۔ اُن کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اگر کوششیں جاری رہیں تو وہ دن دُور نہیں کہ ہم بھی چانْد کا سَفَر کرسکیں گے۔

مشق

۱۔ ہوائی جہاز کی ایجاد سے قبل پرندوں کو ہَوا میں اُڑتا ہوا دیکھ کر انسان کا دل کیا چاہتا تھا؟

۲۔ زمین کے گرد چکّر لگانے والے پہلے خَلانَوَرْد کا نام بتائیے؟

۳۔ چانْد پر پہنچنے والے خَلانَوَرْدوں کے نام بتائیے؟

۴۔ خَلانَوَرْدوں نے چانْد پر کیا کیا معلومات کیں؟

۵۔ اِن لفظوں کو اپنے جُملوں میں استعمال کیجیے۔

صحن ۔ آنکھ مچولی ۔ کہانی ۔ خاموش ۔ خواہش ۔ کامیابی ۔ بے چینی ۔

شہد کی مکھّی



شہد کی مکھّی دیکھنے میں تو چھوٹی سی ہے مگر اس کی کچھ عادتیں بہت اچھّی اور دلچسپ ہیں۔

یہ مکھّیاں مِل جُل کر رہتی ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد سے شہد بناتی ہیں اور اگر دشمن حملہ کرتا ہے تو سب مُتّحِد ہو کر اس کا مُقابلہ کرتی ہیں۔

بہت دنوں کی بات ہے کہ سپاہیوں کا ایک دَستہ کسی جنگل سے گزر رہا تھا۔ اُنھوں نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا اور آگ جلانے کی تیاری کرنے لگے تاکہ کھانا پکایا جائے۔ قریب ہی ایک گڈریا بھیڑیں چرا رہا تھا۔ اُس نے جب یہ دیکھا کہ سپاہی درخت کے نیچے آگ جلانا چاہتے ہیں تو فوراً اُن کے

پاس آیا اور کہا کہ اِس درخت کے نیچے آگ نہ جلائیں۔ اِس پر شہد کی مکھیوں کا چھتّا ہے۔ جب آگ کا دُھواں چھتّے پر جائے گا تو مکھیاں اُڑیں گی اور پھر حملہ کردیں گی۔

گڈریے کی یہ بات سُن کر سپاہی ہنسنے لگے۔ ایک سپاہی نے کہا۔میاں گڈریے! ہم سپاہی ہیں! ہمارے سامنے شیر بھی آجائے تو ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔ اِن مکھّیوں کی کیا مجال جو ہم پر حملہ کریں۔ گڈریا سپاہی کی بات سُن کر خاموش ہوگیا اور اپنی بھیڑیں چرانے لگا۔ سپاہیوں نے آگ جلائی۔ آگ سے دھواں اُٹھا اور مکھّیوں کے چھتّے تک پہنچ گیا۔ گڈریے کی بات سچ نکلی۔ مکھیوں نے سپاہیوں پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ اِتنا اچانک تھا کہ سپاہی بَدحَواس ہوگئے اور اُنھوں نے تالاب میں کود کر بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچائیں۔

شہد کی مکھّیوں کا چھتّا مکھیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی ہے۔اس کی سردار اور نگراں رانی مکھّی ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ باقی مزدور مکھیاں ہیں۔ جن کا کام پھُولوں سے رَس جمع کرنا ہے۔ یہ صبح ہوتے ہی رَس کی تلاش میں نِکل جاتی ہیں۔ پھُولوں سے رَس حاصل کرکے چھتّے میں بنی ہوئی مُومی پیالیوں میں جمع کرتی ہیں۔ کچھ مکھّیاں اِس رَس سے شہد بناتی ہیں۔ کچھ مکھّیاں سپاہی مکھیاں کہلاتی ہیں۔ اِن کا کام چھتّے کی حفاظت کرنا ہے۔ کچھ مکھّیوں کے ذِمّے چھتّے کے لیے نئی جگہ کے اِنتخاب کا کام ہوتا ہے۔ کچھ مکھّیاں چھتّا بنانے کے کام میں مصروف رہتی ہیں۔ اگر کوئی مکھّی کام نہیں کرتی تو دوسری مکھّیاں اسے چھتّے سے نکال دیتی ہیں۔ رانی مکھّی انڈے دیتی ہے۔ باقی تمام مکھّیاں اُس کی خدمت کرتی

ہیں۔ جب رانی مکھّی بوڑھی ہو جاتی ہے اور انڈے دینے کے قابل نہیں رہتی تو مکھّیاں دوسری مکھّی کو رانی بنا دیتی ہیں ۔ رانی مکھّی کی عمر تقریباً پانچ سال ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں بھی شہد کا ذکر آیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ "اِس میں لوگوں کے لیے شِفا ہے"۔ شہد کے مَوم سے مَوم بتّی اور دوسری کئی چیزیں بنتی ہیں۔ شہد کھانے کے کام آتا ہے اور دوا میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مشق

۱۔ شہد کی مکھّی میں کون سی دلچسپ بات پائی جاتی ہے ؟

۲۔ سپاہیوں نے گڈریے کی بات کیوں نہیں مانی ؟

۳۔ رانی مکھّی کا کیا کام ہوتا ہے ؟

۴۔ شہد کی سپاہی مکھّیاں کیا کرتی ہیں ؟

۵۔ مزدور مکھّیوں کے ذِمّے کون سا کام ہوتا ہے ؟

۶۔ شہد کی مکھّیوں سے ہمیں کیا کیا حاصل ہوتا ہے ؟

۷۔ اِن الفاظ کے معنی اپنی کاپی میں لکھیے۔

دلچسپ ۔ مِل جُل کر ۔ مُتحّد ۔ گڈریا ۔ خاموش ۔ بدحواس ۔ شِفا ۔

سچّے لفظوں کی مہک

جِس جگہ رہیے جہاں بھی جائیے
سچّے لفظوں کی مہک پھیلائیے

زندگی کے لالہ زاروں میں کہیں
دھوپ ہو تو اَبر بن کر چھائیے

چاندؔ بھی اچھّا ہے، سُورج بھی مگر
آپ رستے کا دِیا بن جائیے

لوگ تو صَدیوں کو اپنا کر گئے
کوئی لمحہ آپ بھی اپنائیے

آپ گھر میں روشنی کے نام کا
ایک جُگنو ہی سہی، چمکائیے

— رئیس فروغ

مشق

١۔ اس نظم میں "سچّے لفظوں کی مہک" سے کیا مُراد ہے؟

٢۔ اس پوری نظم میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

٣۔ اِن لفظوں کو جُملوں میں استعمال کیجیے:

دھوپ ۔ اَبر ۔ لمحہ ۔ جُگنو ۔

٤۔ (الف) ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔

(ب) آج کا انسان چاندؔ تک پہنچ گیا ہے۔

(ج) احمد پھل بہت کھاتا ہے۔

اُوپر کے جُملوں میں 'بولنا چاہیے' 'پہنچ گیا ہے' 'کھاتا ہے' یہ ایسے کلمے ہیں جن میں کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے۔ اِنھیں فعل کہتے ہیں۔

کوہ مَری کی سَیر



پاکستان ایک گرم مُلک ہے۔ یہاں اپریل سے گرمیوں کا مَوسم شروع ہوجاتا ہے اور اگست تک رہتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں کچھ ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں گرمیوں کے مَوسم میں بھی ٹھنڈک رہتی ہے۔ ایسی ہی ایک جگہ کوہ مَری ہے۔

مَری راولپنڈی سے تریسٹھ کلومیٹر کے قریب شمال مغرب میں واقع ہے۔ وہ سمندر کی سطح سے تقریباً ڈھائی کلومیٹر بلند ہے۔ بَسوں اور کاروں کے چلنے سے پہلے لوگ راولپنڈی سے گھوڑوں کے ذریعے مَری جاتے تھے۔ اِس میں دو دن لگتے تھے، مگر آج کل دو گھنٹوں ہی میں یہ سفر طے ہوجاتا ہے۔ مَری کی

طرف ریل گاڑی نہیں جاتی۔ لوگ بسوں اور کاروں کے ذریعے وہاں جاتے ہیں۔

راولپنڈی سے تھوڑی دُور پر چڑھائی شروع ہوجاتی ہے جو آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف جھاڑیاں نظر آتی ہیں۔ زیادہ چڑھائی پر سڑک بَل کھاتی ہوئی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامنے سے آنے والی گاڑیاں نظر نہیں آتیں۔ موڑ پر ڈرائیور بڑی احتیاط سے آہستہ آہستہ گاڑیاں چلاتے ہیں۔ سڑک کے ایک طرف اُونچا پہاڑ اور دوسری طرف گہرے کھڈ ہیں۔ یہ کھڈ اتنے گہرے ہیں کہ اِن کی طرف دیکھنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔ اگر ڈرائیور ہوشیار اور تجربہ کار نہ ہو تو گاڑی کے اُلٹ جانے اور کھڈ میں گر جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

بلندی پر پہنچ کر چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے اور بڑے بڑے درخت دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مناظر بہت خوب صورت لگتے ہیں۔ تازہ ہوا میں جی خوش ہوتا ہے۔ جیسے جیسے اُوپر جائیں ٹھنڈک بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں پر چھوٹے اور بڑے مکان بھی ہیں۔ اور بڑی بڑی کوٹھیاں بھی ہیں۔ مکان پہاڑوں کی ڈھلان پر بنائے گئے ہیں۔ یہاں ایک بڑا بازار بھی ہے۔ پارک، ہاسٹل اور دو اسپتال بھی ہیں۔ دسمبر، جنوری اور فروری کے مہینوں میں یہاں پر سخت سردی پڑتی ہے۔

مَری بڑی سرسبز جگہ ہے۔ ہرطرف ہَریالی اور لمبے لمبے درخت ہیں۔ اِن مَناظِر کو دیکھنے کے لیے لوگ پِنڈی پوائنٹ اور کشمیر پوائنٹ جاتے ہیں۔ دُور سے یہ مَناظِر بہت اچھّے اور دلکش نظر آتے ہیں۔ پہاڑوں کی ڈھلان پر چیڑ،

دیودار اور صنوبر کے درخت آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ اِن درختوں کے پتّے نوک دار ہوتے ہیں۔ اِن کی لکڑی کاٹ کر میدانی علاقوں کو بھیجی جاتی ہے۔ جس سے استعمال کا مختلف سامان بنایا جاتا ہے۔

موسمِ سرما میں یہاں برف باری بھی ہوتی ہے۔ روئی کے گالوں کی طرح اُڑتی ہوئی برف سڑکوں، پودوں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں پر جمع ہوتی رہتی ہے۔ اُن دنوں لوگ چھتریاں اور برساتیاں استعمال کرتے ہیں اور گرم کپڑے پہنتے ہیں۔ گرمیوں میں یہ برف پگھلنا شروع ہوجاتی ہے اور بارش بھی ہوتی ہے۔ قدرتی مَناظِر کی خوبصورتی کی وجہ سے صِرف پاکستان ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے لوگ بھی سیر و تفریح کے لیے یہاں آتے ہیں۔

مشق

۱۔ راولپنڈی سے مَری کتنی دُور ہے؟

۲۔ مَری سطحِ سمندر سے کتنی بلندی پر واقع ہے؟

۳۔ پُرانے زمانے میں مَری جانے کے لیے کون سی سواری استعمال کی جاتی تھی؟

۴۔ آج کل لوگ کس سواری میں مَری جاتے ہیں؟

۵۔ مَری کے مَناظِر اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۶۔ (الف) پانچ درختوں کے نام بتائیے۔

(ب) پانچ اسکولوں کے نام بتائیے۔

(ج) پانچ شہروں کے نام بتائیے۔

ثریّا نے گھر سجایا



ثریا کی امّی : بیٹی ثریا ! ذرا دیکھو، دروازے پر کون ہے۔

ثریّا : بہت اچھّا امّی جان !

امّی : کیا ہے بیٹی ؟

ثریّا : تار ہے امّی جان ! یہ لیجیے۔

امّی : بیٹی ثریا یہ تار تمھاری خالہ جان کا ہے۔ وہ تیز گام سے آج شام یہاں پہنچ رہی ہیں، عابدہ بھی اُن کے ساتھ آرہی ہے۔

ثریا : عابدہ بھی آرہی ہے ! پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔ میں عابدہ سے خوب جی بھر کر باتیں کروں گی۔

امّی : اچھّا بیٹی میں باورچی خانہ ذرا اور ٹھیک کرلوں۔ دوپہر کا کھانا بھی پکانا ہے۔

ثریّا : امّی جان ! آپ باورچی خانہ سنبھالیے۔ میں گھر کی صفائی کرلیتی ہوں اور امّی جان ! آج میں گھر بھی سجاؤں گی۔

امّی : ضُرُور سجاؤ۔ ہم بھی تو دیکھیں، ہماری بیٹی کتنا اچھّا گھر سجاتی ہے !! مگر تم اکیلی کام کروگی تو تھک جاؤگی۔ مُنّی کو بھی ساتھ لے لو۔

ثریّا : بہت اچھا امّی ۔ میں مُنّی کو بلالیتی ہوں۔

مُنّی : کیا بات ہے باجی ؟ میں خود ہی آگئی ہوں۔

ثریّا : ارے مُنّی ! تم نے سُنا، آج شام خالہ جان آرہی ہیں !

مُنّی : سچ !

ثریّا : عابدہ بھی آرہی ہے ! آؤ ہم گھر صاف کرکے قرینے سے سجائیں۔ تم کپڑا اور بانس لے آؤ۔

مُنّی : اچّھا باجی ، ابھی لائی۔

ثُریّا : لاؤ مُنّی بہن ! یہ دونوں چیزیں مجھے دے دو۔ میں دیواریں صاف کرتی ہوں۔ تم جھاڑن لے کر کھڑکیاں اور دروازے صاف کرلو۔

مُنّی : اچّھا باجی ، یہ کام تو میں کرلوں گی۔

ثُریّا : واہ ! مُنّی بہن ۔ کھڑکیاں اور دروازے تو تم نے بہت اچھّی طرح صاف کرلیے۔

مُنّی : شُکرِیہ باجی ! اب آپ مجھے اور کام بتائیے۔

ثریّا : تم صابن سے پلاسٹک کی بیلیں دھولو۔ میں فرش صاف کرتی ہوں۔

مُنّی : ہاں باجی ! دُھلنے کے بعد بیلیں چمکنے لگیں گی۔ پھر اُنھیں دیواروں پر

سجائیں گے۔

ثریّا : دیکھو مُنّی! میں نے سب کمرے صاف کر لیے۔ گھر کا کونا کونا صاف ہے۔

مُنّی : باجی! دیکھیے، میں بیلیں دھو کر لے آئی ہوں۔ کیسی چمک رہی ہیں!

ثریّا : بیلوں کو میز پر رکھ دو۔ میں اِنھیں سجاتی ہوں۔ تم الماری سے دھلی ہوئی چادریں، پردے اور تکیوں کے غلاف لے آؤ تاکہ اُنھیں بھی بدل دیا جائے۔

مُنّی : باجی! یہ چیزیں تو میں لے آتی ہوں مگر گُلدانوں کے پھول بھی تو بدلنے ہیں۔

ثریّا : تم فِکر نہ کرو۔ میں نے گُلدانوں میں پھول سجا کر کمرے میں رکھ دیے ہیں تاکہ اُن پر گرد نہ پڑے۔

مُنّی : میں نے بیٹھک میں نئے سال کا کیلنڈر بھی لگا دیا ہے۔ آج گھر کتنا اچّھا لگ رہا ہے۔

ثریّا : مجھے بھی بہت اچّھا لگ رہا ہے۔ امّی جان اِدھر آ رہی ہیں، وہ بھی بہت خوش ہوں گی۔

امّی : بھئی واہ! آج تو تم دونوں نے بہت محنت سے گھر سجایا ہے۔

ثریّا : امّی جان آپ سب چیزوں کو دیکھ لیجیے۔ اگر کچھ کمی ہو تو اسے بھی پُورا کر دیا جائے۔

امّی : میں دیکھ چکی ہوں۔ سب چیزیں قرینے سے سجی ہوئی ہیں۔

ثریّا : شُکریہ امّی جان! مُنّی نے بھی میرے ساتھ مل کر بہت کام کیا ہے۔

امّی : ہاں بھئی ۔ مُنّی نے بھی خوب کام کیا ہے ۔
مُنّی : شُکرِیہ امّی جان !
امّی : اب تم دونوں نہا دھوکر کپڑے بدل لو تھوڑی دیر میں تمھارے ابّا جان
بھی آجائیں گے ۔ کھانا کھاکر ہم سب تمھاری خالہ جان کو لینے اسٹیشن
چلیں گے ۔
ثریّا : بہت اچھا امّی جان ! آؤ مُنّی میں تمھارے کپڑے نکال دوں ۔
مُنّی : چلیے باجی !

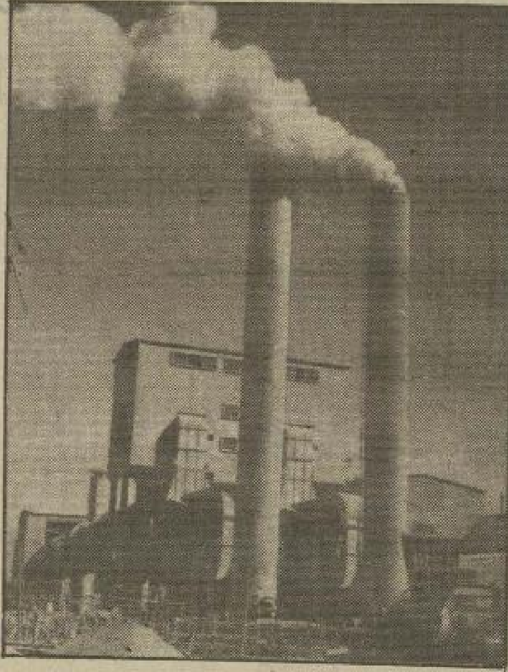
مشق

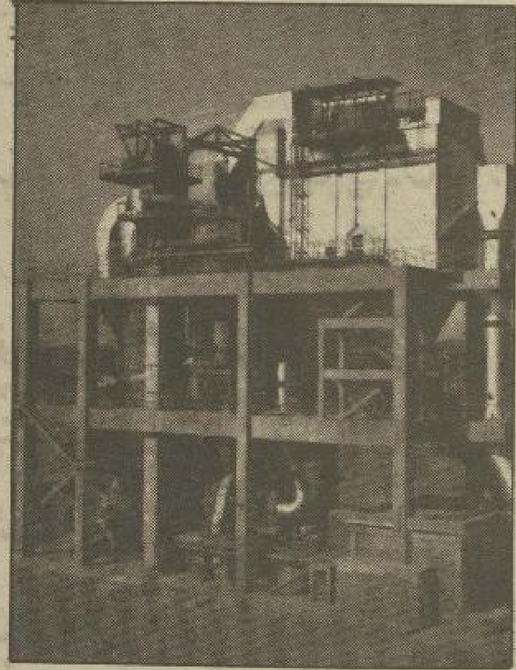
۱۔ ثریّا کے گھر کون آرہی تھیں ؟
۲۔ ثریّا نے خالہ جان کے آنے کی خبر سُن کر کیا کہا ؟
۳۔ آپ اپنے گھر کی صفائی کے لیے کیا کرتے ہیں ؟
۴۔ ثریّا نے گھر کس طرح سجایا ۔ بیان کیجیے ۔
۵۔ جملے بنائیے :

فکر ۔ سجاکر ۔ شکریہ ۔ قرینے سے ۔ اسٹیشن ۔

۶۔ اس سبق سے پانچ اسم چُن کر کاپی پر لکھیے ۔

سیمنٹ کے کارخانے





رحیم چوتھی جماعت میں پڑھتا ہے۔ اُس کے ابّا جان نے اپنا نیا مکان بنوانا شروع کیا۔ ایک دن رحیم بھی اپنے ابّا جان کے ساتھ وہاں گیا جہاں نیا مکان تعمیر ہو رہا تھا۔ رحیم نے دیکھا کہ مزدور بجری میں سیمنٹ ملا رہے ہیں۔ پھر اُنھوں نے اُس میں پانی ڈالا اور دونوں کو خوب ملا کر مسالا تیار کیا۔ اُس کے بعد راج نے دیوار بنانا شروع کی۔ رحیم، راج اور مزدور دونوں کو دیوار بناتے دیکھتا رہا پھر اُس نے اپنے ابّا جان سے پُوچھا:

رحیم : ابّا جان! آپ نے سیمنٹ کی بوریاں کہاں سے منگوائی ہیں؟

ابّا جان : سیمنٹ کے کارخانے سے۔

رحیم : ابّا جان! سیمنٹ کس چیز سے بنتا ہے؟

ابّاجان : سیمنٹ پتّھر سے تیّار کیا جاتا ہے۔

رحیم : (تعجُّب سے) پتّھر سے!

ابّاجان : اِس میں تعجُّب کی کیا بات ہے۔ شام کو تم اپنے چچا جان سے پوچھ لینا۔ وہ سیمنٹ کے کارخانے ہی میں انجینیئر ہیں، وہ تمھیں تفصیل سے بتائیں گے۔ رحیم کے چچا شام کو گھر آئے تو رحیم نے اُن سے بھی وہی سوال کیا۔ چچا جان نے کہا کہ شاذیہ بیٹی کو بھی بُلالو۔ پھر میں تم دونوں کو بتاؤں گا کہ سیمنٹ کیسے بنتا ہے۔ رحیم فوراً شاذیہ کو بلا کر لے آیا تو چچا جان نے کہا کہ سیمنٹ تین چیزوں کا مُرکّب ہے۔ چُونے کا پتھر، چکنی مٹّی جس میں لوہے کی کچھ مقدار شامل ہوتی ہے اور جپسم۔ اِن سب کا مُرکّب تیار کیا جاتا ہے۔

رحیم : چچا جان مُرکّب کیا ہوتا ہے؟

چچا جان : کئی چیزوں کو مِلا کر جب ایک نئی چیز بنائی جاتی ہے تو اسے مُرکّب کہتے ہیں۔ چُونے کا پتّھر پہاڑوں سے کھود کر نکالا جاتا ہے۔ پھر اُس پتّھر کو ٹرک یا مال گاڑی کے ذریعے سیمنٹ کے کارخانے میں لایا جاتا ہے۔ چکنی مٹّی اور جپسم بھی اِسی طرح کارخانے میں لائے جاتے ہیں۔

شاذیہ : چچا جان! یہ کِس قسم کی چکّی ہوتی ہے؟ جس میں پتّھر بھی پِس جاتے ہیں؟

چچا جان : یہ چکّی آٹا پیسنے والی چکّی کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ چکّی "بال مِل" کہلاتی

ہے۔ تم اِسے گھُومتا ہوا ایک بڑا سا پائپ سمجھو۔ اُس کے اندر لوہے کی چھوٹی بڑی گولیاں اور گولے ہوتے ہیں جن کی رگڑ سے پتھر اور مٹّی کا باریک سَفُوف بن جاتا ہے۔ اُس سَفُوف کو ایک مشین میں ڈالا جاتا ہے اور اُس میں پانی ملا کر چھوٹی چھوٹی گولیوں میں تبدیل کر لیا جاتا ہے۔

رحیم : کانچ کی گولیوں کے برابر چچا جان ؟

چچا جان : ہاں بیٹے ! تقریباً اتنی ہی بڑی بڑی گولیاں تیار کی جاتی ہیں۔ اُن گولیوں کو ایک گھُومتی ہوئی بھٹّی میں ڈال دیتے ہیں۔ بھٹّی کے دوسرے سِرے سے آگ کا شعلہ اس میں داخل کیا جاتا ہے۔ یہ گولیاں آہستہ آہستہ آگ کے شُعلے کی طرف حَرَکت کرتی ہیں اور پھر تپ کر سُرخ انگاروں کی طرح باہر نکلتی ہیں۔ تب اُنھیں مشین کے ذریعے ٹھنڈا کر لیا جاتا ہے، پھر اُن کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

شاذیہ : پھر اُن گولیوں کا کیا کِیا جاتا ہے ؟

چچا جان : اُن گولیوں کو مشین کی ایک چکّی میں ڈال دیتے ہیں۔ اُس موقعے پر اُس میں جپسم کی ایک خاص مِقدار ملا دی جاتی ہے۔ آخر کار تیار شدہ سیمنٹ ہَوا کے ذریعے چکّی سے باہر نکالا جاتا ہے اور بڑی بڑی ٹنکیوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ اِن ٹنکیوں سے بوریوں میں بھر بھر کر باہر بھیج دیا جاتا ہے۔

رحیم : سیمنٹ کی تیّاری کا طریقہ بہت دلچسپ ہے ۔ کسی دن ہمیں سیمنٹ کا کارخانہ دکھانے لے چلیے ۔

چچاجان : ضُرور دکھائیں گے بلکہ تم ایسا کرو کہ اپنے ماسٹر صاحب سے کہو کہ وہ کسی دن تمھاری جماعت کے لڑکوں کو لے کر کارخانے آجائیں تاکہ تم سب یہ دیکھ سکو کہ سیمنٹ کس طرح تیّار ہوتا ہے ۔

شاذیہ : چچاجان ! کیا پاکستان میں سیمنٹ کا صرف ایک ہی کارخانہ ہے جس میں آپ کام کرتے ہیں ؟

چچاجان : نہیں بیٹی ! حیدرآباد میں زیل پاک سیمنٹ فیکٹری کے علاوہ پاکستان میں کراچی ، داؤدخیل ، واہ ، تھل، روہڑی اور ٹھٹّے میں سیمنٹ کے بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں۔ ہماری حکومت ان کی تعداد اور بھی بڑھا رہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ سیمنٹ تیار ہو۔

مشق

۱۔ سیمنٹ کس کام آتا ہے ؟

۲۔ سیمنٹ کن چیزوں سے مل کر بنتا ہے ؟

۳۔ پاکستان میں سیمنٹ کے بڑے بڑے کارخانے کہاں کہاں ہیں ؟

۴۔ جمع بنائیے ؟ مکان ۔ کارخانہ ۔ مُرکّب ۔ قِسم ۔ مُلک ۔

۵۔ اِن لفظوں کو جُملوں میں استعمال کیجیے ۔

تعمیر ۔ دیوار ۔ مُرکّب ۔ تبدیل ۔ دلچسپ ۔ تیار ۔

ہماری زمیں

بہاروں کا مَسکَن ہماری زمیں
اُمنگوں کا گلشن ہماری زمیں
محبّت کا دامن ہماری زمیں

ہماری زمیں، یہ ہماری زمیں ہمیں جان سے بھی ہے پیاری زمیں

یہ دَریا یہاں گیت گاتے ہوئے
یہ دہقان خوشیاں اُگاتے ہوئے
مَناظِر یہ جادُو جگاتے ہوئے

ہماری زمیں، یہ ہماری زمیں ہمیں جان سے بھی ہے پیاری زمیں

دِلوں میں جوانوں کے ہمّت یہاں
بزرگوں کے سینوں میں شفقت یہاں
محبّت یہاں ہے، شجاعَت یہاں

ہماری زمیں، یہ ہماری زمیں ہمیں جان سے بھی ہے پیاری زمیں

بہت اِس زمیں کو سنْواریں گے ہم
بہاروں کو اِس کی نکھاریں گے ہم
پڑا وقت تو جان واریں گے ہم

ہماری زمیں، یہ ہماری زمیں ہمیں جان سے بھی ہے پیاری زمیں

احمد ہمدانی

مشق

۱۔ وقت پڑنے پر ہم کیا کریں گے؟

۲۔ اِس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، انھیں اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۳۔ اِس نظم کے تیسرے بند کا مطلب اپنی کاپی میں لکھیے۔

۴۔ لفظ بنائیے۔ مثلاً:

سنوارنا سے سنواریں گے۔

نکھارنا سے ....

وارنا سے ....

پُکارنا سے ....

۵۔ اِن لفظوں کے واحد بتائیے۔ مثلاً

بہاروں ـــــ بہار

اُمنگوں ـــــ ....

نشانوں ـــــ ....

جوانوں ـــــ ....

بزرگوں ـــــ ....

ہاکی



ہاکی تقریباً سو سال پُرانا کھیل ہے ۔ پہلے یہ صرف برطانیہ میں کھیلا جاتا تھا ۔ اِس کو ترقی دینے کے لیے ۱۹۰۰ء میں ہاکی بورڈ قائم ہوا جس نے اِس کھیل کے قانون بنائے ۔

ہاکی کے قوانین تمام دنیا میں یکساں ہیں ۔ اِس کی ٹیم میں گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں ۔ جن میں سے ایک گول کیپر ، دو بیک ، تین ہاف بیک اور پانچ فارورڈ ہوتے ہیں ۔ کھیل کی نگرانی کرنے والے دو ریفری ہوتے ہیں ۔ عام طور پر ہاکی کی گیند سفید ہوتی ہے ۔ اِس کا وزن تقریباً ساڑھے پانچ اونس ہوتا ہے ۔ ہاکی کا ایک سِرا چپٹا ہوتا ہے ۔ اِس سِرے پر کوئی دھات یا نوکیلی چیز نہیں ہوتی ۔ کھلاڑیوں کے جُوتے بھی بغیر کیلوں کے ہوتے ہیں ۔

ہاکی کے میدان کی لمبائی تقریباً ۹۱ میٹر اور چوڑائی ۵۰ سے ۵۵ میٹر تک ہوتی ہے۔ درمیان میں چُونے سے نشان بنائے جاتے ہیں۔ ایک لائن میدان کے درمیان میں بنائی جاتی ہے۔ اُسے سینٹر لائن کہتے ہیں۔ اُس سے پچیس میٹر کے فاصلے پر دو اور لائنیں ہوتی ہیں۔ گول کیپر ایک نِصف دائرے کی لائن کے درمیان کھڑا ہوتا ہے۔



کھیل کے دوران میں ہاکی کو کندھے سے اُوپر اُٹھانے کی اِجازت نہیں ہوتی۔ اگر گیند کندھے سے اُوپر ہو تو اُسے ہاکی سے نہیں روکا جاسکتا۔ کسی کھلاڑی کو اِس کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ کسی دوسرے کھلاڑی کو دھکا دے، پکڑے، روکے یا اُس کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالے۔

اگر کوئی کھلاڑی گول کے نِصف دائرے کے اندر سے اِس طرح ہِٹ لگائے کہ گیند گول کی لکڑی کے نشانوں کے اندر سے گزر جائے تو گول ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کھلاڑی کی ہِٹ سے گیند میدان سے باہر نِکل جائے تو مخالف ٹیم کا کھلاڑی گیند

کو ہاکی سے اندر لُڑھکاتا ہے۔ ہاکی کے قواعد میں رفری ہٹ، شارٹ کارنر، پینلٹی کارنر اور پینلٹی اسٹروک بھی شامل ہیں جو اصول کی خلاف ورزی کرنے والی ٹیم کی مخالف ٹیم کو ملتے ہیں۔ اگر کسی کھلاڑی کے چوٹ لگ جائے تو ریفری کو حق حاصل ہے کہ وہ کھیل روک دے۔

ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ اب ہماری لڑکیاں بھی اس میدان میں آگئی ہیں۔ چند سال پہلے لڑکیوں کی ہاکی ٹیم بھی بنائی گئی تھی۔ یہ ٹیم دوسرے ممالک میں بھی کھیلنے جاتی ہے۔

مشق

۱۔ ہاکی کی ٹیم میں کتنے کھلاڑی ہوتے ہیں؟

۲۔ ہاکی کی گیند کا رنگ کس طرح کا ہوتا ہے؟

۳۔ ہاکی کے کھیل کا میدان کتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے؟

۴۔ کھیل کی نگرانی کرنے والے کتنے ریفری ہوتے ہیں؟

۵۔ جملے مکمّل کیجیے:

(الف) ٹیم میں ـــــ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ (ب) ـــــ گول کیپر ہوتا ہے۔

(ج) ـــــ فل بیک ہوتے ہیں۔ (د) ـــــ ہاف بیک ہوتے ہیں۔

(ہ) ـــــ فارورڈ ہوتے ہیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

پُرانا۔ قانون۔ میدان۔ کھلاڑی۔ اصول۔

ہمدردی

(ڈراما)

کردار

۱۔ بانو ــــ ایک نوعمر لڑکی
۲۔ نادر ــــ بانو کا چھوٹا بھائی
۳۔ نادر کی امّی
۴۔ ڈاکیا

پہلا منظر

(ایک چھوٹا سا کمرا ہے۔ کمرے کے فرش پر چٹائی بچھی ہے۔ نادر اور بانو چٹائی پر بیٹھے اسکول کا کام کر رہے ہیں۔ نادر قاعدہ میز پر رکھ کر اپنی بہن سے کہتا ہے)

نادِر : باجی! ایک بات بتائیے۔

بانو : ہاں پوچھو کیا بات ہے؟

نادِر : باجی! ہمارے ابّا جان کہاں چلے گئے ہیں؟ سب کے ابّا جان تو گھر پر ہیں۔ ہمارے ابّا جان گھر کیوں نہیں آتے؟

بانو : امّی جان کہتی ہیں کہ ہمارے ابّا جان اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔

نادِر : باجی! کیا ابّا جان اللہ میاں کے ہاں سے واپس نہیں آ سکتے؟ منّو کے ابّا لاہور گئے تھے۔ وہ تو واپس آ گئے۔

بانو : امّی جان کہتی ہیں کہ جب تم بڑے ہو جاؤ گے، تمھارے ابّا تب واپس آئیں گے۔

نادِر : باجی! امّی جان ہر وقت کپڑے ہی سیتی رہتی ہیں پھر اُنھیں کسی کو دے آتی

ہیں ۔ آپ امّی جان سے کہیے کہ وہ کپڑے نہ سِیا کریں ، ہم سے باتیں بھی کیا کریں ۔

بانو : نادِر ! امّی جان محلّے والوں کے کپڑے سِیتی ہیں اور محلّے والے اُنھیں پیسے دیتے ہیں ، جو ہم خرچ کرتے ہیں ۔

نادِر : کل میں نے امّی سے کہا تھا کہ میرے لیے بھی ایسے ہی کپڑے بنا دیں جیسے آپ سی رہی ہیں ، تو امّی نے پہلے تو کہا " بنا دوں گی " پھر رونے لگیں ۔

بانو : امّی جان کہتی ہیں کہ ہمارے ابّا جان اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں ۔ ابّا جان اُن سے ناراض ہو کر چلے گئے ہوں گے اِسی لیے تو امّی روتی رہتی ہیں ۔

نادِر : ابّا جان ہمیں پیسے بھی تو نہیں بھیجتے ۔ جب وہ گھر آئیں گے تو میں اُن سے بہت سارے پیسے لوں گا ۔

دوسرا منظر

(بانو چٹائی پر بیٹھی ہے ۔ نادر ہاتھ میں لفافہ لیے ہوئے آتا ہے اور چٹائی پر بیٹھتے ہوئے کہتا ہے)

نادِر : باجی جان ! میں لفافہ لے آیا ۔ اب آپ خط لکھ دیں میں لیٹر بکس میں ڈال دوں گا اور پھر ابّا جان کو خط مِل جائے گا ۔

بانو : تم ایسی ہی بے کار باتیں کیا کرتے ہو (لفافہ دیکھ کر) یہ لفافہ کہاں سے لائے ؟

نادِر : ڈاک خانے سے ۔

بانو : تمھارے پاس پیسے کہاں سے آئے؟
نادِر : پانچ دن سے جمع کر رہا ہوں۔ اچھّی باجی جلدی سے خط لِکھ دیں۔
بانو : کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم ابّا جان کو کہاں خط بھیجو گے؟ اُن کا پتا تمھیں معلوم ہے؟
نادِر : ہاں معلوم ہے۔ وہ اللہ میاں کے پاس رہتے ہیں۔
بانو : اللہ میاں کے پاس خط لے کر کون جائے گا؟
نادِر : ڈاکیا لے کر جائے گا۔ اچھّی باجی لکھ دیں نا۔ جلدی سے لکھ دیں۔
بانو : مگر اللہ میاں کے ہاں تو کوئی بھی نہیں جاسکتا۔
نادِر : پھر ابّا جان کیسے چلے گئے۔
بانو : بے کار باتیں مت کرو۔ جاؤ میں نہیں لکھتی۔
نادِر : اچھّی باجی لکھ دیں نا .... (رونے لگتا ہے)
بانو : اچھّا بابا بتاؤ کیا لکھوں؟
نادِر : (خوش ہوکر) باجی! ابّا جان کو میرا اسلام لکھ دیں اور لکھیں کہ آپ اللہ میاں کے یہاں سے واپس کیوں نہیں آتے؟ ہمارے لیے پیسے بھیجیے۔ امّی جان ہم سے باتیں نہیں کرتیں۔ سارا دن کپڑے سیتی رہتی ہیں۔ (بانو کاغذ پر یہ باتیں لکھ دیتی ہے)۔
بانو : لو لکھ دیا۔
نادِر : اب لفافے پر پتا بھی لکھ دیں۔
بانو : (لفافے پر " اللہ میاں کو مِل کر نادِر کے ابا مسعود صاحب کو ملے" لکھ کر

اپنا پتا لکھتی ہے اور نادِر سے کہتی ہے) یہ لو! اب جاؤ مجھے کام کرنے دو۔

نادِر : (خوش ہو کر) لائیے (لفافہ لے کر بند کرتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔)

تیسرا منظر

(نادر کا مکان۔ نادر اور بانو چٹائی پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں)

نادِر : باجی! ابّا جان کو خط لکھے ہوئے کتنے دن ہو گئے۔

بانو : مجھے معلوم نہیں۔

نادِر : آٹھ دن سے زیادہ ہو گئے مگر ابا جان نے خط کا جواب ہی نہیں دیا...

........(دروازے پر ڈاکیا دستک دیتا ہے)

بانو : دیکھو نادِر کون آیا ہے؟

نادِر : (دَوڑ کر جاتا ہے) کون صاحب ہیں؟

ڈاکیا : میں ڈاکیا ہوں۔ اپنی امّی سے کہو، منی آرڈر لے لیں۔

نادِر : منی آرڈر کیا ہوتا ہے؟

ڈاکیا : بیٹے! تمھارے روپے آئے ہیں۔

نادِر : امّی! امّی! ابّا جان نے ہمیں روپے بھیجے ہیں، وہ لے لو۔

نادِر کی امّی : تمھیں کیا ہو گیا ہے میرے بچّے! پہلے تم نے خط لکھ کر ایک روپے کا لفافہ برباد کیا! اب مجھے پاگل بنا رہے ہو کہ ابا جان نے روپے بھیجے ہیں۔ آہ!

ڈاکیا : بی بی جلدی کرو! اپنا منی آرڈر لے لو (نادر کی امّی دروازے پر آتی ہیں اور

پوچھتی ہیں) " منی آرڈر کہاں سے آیا ہے؟ کس کے نام ہے؟ کہیں آپ غلط پتے پر تو نہیں آگئے؟"

ڈاکیا : نہیں بہن ۔ میں مدت سے اِس علاقے میں ڈاک تقسیم کر رہا ہوں، منی آرڈر آپ ہی کا ہے ۔ صاف لکھا ہے "بیوہ مسعود مرحوم" اور بھیجنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ قرض کے روپے واپس کر رہا ہوں۔

نادِر کی امّی : مگر بھائی صاحب! مجھے تو کچھ معلوم نہیں ۔ یہ کیسا قرض ہے!

نادِر : امّی جان! ابّا جان نے پیسے بھیجے ہیں ۔ لائیے صاحب مجھے دے دیجیے۔

ڈاکیا : بہن آپ بے فکر ہو کر منی آرڈر لے لیجیے ۔ خدا نے اِن بچّوں کی مدد کی ہے۔

نادِر کی امّی : خدا نے آخر کس طرح ان بچّوں کی مدد کی ہے؟ بھیّا تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ۔

ڈاکیا : آپ مجبور کرتی ہیں تو بتائے دیتا ہوں ۔ مگر ایک شرط پر کہ آپ کسی سے اِس کا ذکر نہیں کریں گی ۔ ہمارے پوسٹ ماسٹر صاحب کے پاس ایک بہت بڑے تاجر بیٹھے ہوئے تھے ۔ خط چھانٹنے والے نے نادِر میاں کا خط پوسٹ ماسٹر صاحب کو دکھایا ۔ وہ خط اُنھوں نے بھی دیکھ لیا۔ اُس خط کا اُن پر بہت اثر ہوا اور اُنھوں نے نادِر اور بانو کے لیے سو روپے ماہوار وَظیفہ مُقرّر کر دیا ہے۔

نادِر کی امّی : اللہ تیرا شُکر ہے ۔ (دستخط کر کے روپے لے لیتی ہیں)۔

مشق

۱۔ اِس ڈرامے کا قصّہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۲۔ تاجر نے بیوہ مسعود مرحوم کے نام منی آرڈر کیوں بھیجا؟

۳۔ اِس ڈرامے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

ایڈیسن



ایڈیسن امریکہ کے ایک چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوا۔ اُس کے والدین بہت غریب تھے۔ اِس لیے وہ اپنی اسکول کی تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ اسکول چھوڑ کر وہ اخبار بیچنے لگا۔ مگر جو شوق اُس کی والدہ نے اُس میں پیدا کیا تھا، وہ اُسے کتابیں پڑھنے پر مجبور کرتا رہا اور وہ معلوماتی کتابیں پڑھتا رہا۔ کچھ عرصے بعد اُس نے ریل گاڑی میں کتابیں، اخبار اور کھلونے بیچنے کی اجازت حاصل کرلی۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُس نے مٹھائی بھی فروخت کرنی شروع کردی۔ اُس نے ریل گاڑی کے ایک ڈِبّے میں ایک تجربہ گاہ بنائی اور وہاں اپنے فارِغ وقت میں نئی نئی چیزوں کی تیاری کے تجربے کرتا رہتا تھا۔ ایک روز اِتّفاق سے فاس فورس کی شیشی لُڑھک کر نیچے گری اور اُس سے فرش میں آگ لگ گئی۔ آگ تو فوراً بُجھا دی گئی، مگر ریل گاڑی کا گارڈ اُس سے اِس قدر ناراض ہوا کہ اُس نے گھُونسوں

اور لاتوں سے اُس کی خوب پٹائی کی۔ ایک گھُونسا اُس کے داہنے کان پر لگا اور وہ ہمیشہ کے لیے ایک کان سے بہرا ہوگیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ یہی لڑکا اِسی جگہ ٹہل رہا تھا جہاں اِس کی پٹائی ہوئی تھی۔ ایک ریل گاڑی بڑی تیزی سے اسی طرف آرہی تھی۔ اچانک اُس کی نظر اسٹیشن ماسٹر کے بچّے پر پڑی جو بھاگ کر ریل گاڑی کے سامنے آچکا تھا۔ اُس نے فوراً چھلانگ لگائی اور بچّے کو گھسیٹ کر اُس کی جان بچائی۔ اسٹیشن ماسٹر نے خوش ہوکر اُسے تارگھر میں نوکری دلادی مگر اُس سے وہ نوکری نہ ہوسکی۔ کیوں کہ وہ بجلی سے متعلّق تجربے کرتا رہتا تھا۔ وہ بجلی کے بارے میں نئی نئی کتابیں خریدتا اور پڑھتا۔ وہ اکثر یہ کہا کرتا۔ ”مجھے بہت زیادہ کام کرنا ہے اور زندگی بہت مختصر ہے۔“

جب وہ جوان ہوا تو اُس کے ذہن میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے کے منصوبے اُبھرے۔ وہ نیویارک چلا گیا۔ وہاں اُسے تقریباً دو تین ہفتے تک دو وقت کا کھانا تک نصیب نہ ہوا۔ ایک روز وہ کام کی تلاش میں نیویارک کی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا کہ اُس کی نظر ایک چھاپے خانے پر پڑی۔ اندر جاکر اُسے معلوم ہوا کہ چھاپے خانے کی مشین خراب ہوگئی ہے۔ جس کی وجہ سے سارا کام بند پڑا ہے۔ اُس نے بڑی محنت کر کے وہ مشین ٹھیک کردی۔ چھاپے خانے کے مالک نے خوش ہوکر اُسے تین سو ڈالر ماہوار پر ملازم رکھ لیا۔

ایڈیسن نے بہت سی چیزیں ایجاد کیں۔ ان میں ٹرانسمیٹر اور گراموفون زیادہ مشہور ہیں۔ بجلی کا بلب جو ہمارے آپ کے گھروں کو روشن رکھتا ہے، دنیا کو

ایڈیسن کی یاد دلاتا رہتا ہے۔ یہ بھی اُسی کی ایجاد ہے۔

ایڈیسن محنت اور لگن کے ساتھ آخری وقت تک کام کرتا رہا۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو وہ اِس دنیا سے رخصت ہوا۔

مشق

۱۔ ایڈیسن کہاں پیدا ہوا؟

۲۔ بچپن میں ایڈیسن کی کیا عادت تھی؟

۳۔ اُس نے کون کون سی مشہور چیزیں ایجاد کیں؟

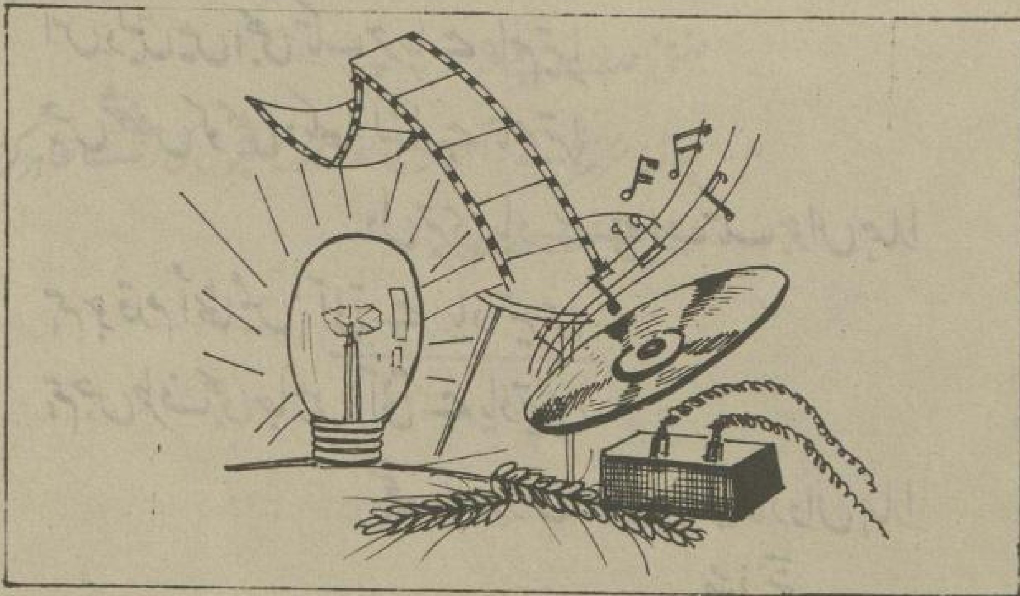
۴۔ اِن جملوں میں سے فعل تلاش کر کے لکھیے:

(الف) صبح سویرے اُٹھا کرو۔

(ب) اچھے طالب علم محنت کرتے ہیں۔

(ج) آج کا انسان چاند پر پہنچ گیا۔

(د) احمد پھل بہت کھاتا ہے۔





قائدِ اعظمؒ

تیرے خیال سے ہے دِل شادماں ہمارا
تازہ ہے جاں ہماری، دِل ہے جواں ہمارا
تُو رہنما ہمارا تُو پاسباں ہمارا

خوشیاں ملی ہیں ہم کو دل شاد ہم ہوئے ہیں
تیری ہی ہمّتوں سے آزاد ہم ہوئے ہیں
تجھ سے ہی لہلہایا یہ گلستاں ہمارا

تیرے ہی حوصلے سے طاقت ملی ہے ہم کو
تیری ہی آبرو سے، عزّت ملی ہے ہم کو
چمکا ہے تیرے دَم سے قومی نشاں ہمارا

اس دیس میں ابھی تک چرچا ہے عام تیرا
جس شخص کو بھی دیکھا، لیتا ہے نام تیرا
دل تیری یاد سے ہے اب تک جواں ہمارا

ہم جو قدم اُٹھائیں، آتی ہے یاد تیری
ہم جس طرف بھی جائیں، آتی ہے یاد تیری
تجھ سے رواں دواں ہے یہ کارواں ہمارا

صُوفی تبسّم

مشق

۱۔ ایک جیسی آواز والے الفاظ لکھیے :

جواں ____ ____ ____ ____

عام ____ ____ ____ ____

جگایا ____ ____ ____ ____

طاقت ____ ____ ____ ____

آزاد ____ ____ ____ ____

۲۔ ہمارا دل کس کے خیال سے شاداں رہتا ہے ؟

۳۔ قائدِ اعظمؒ نے ہمارے لیے کیا کیا؟

۴۔ جن الفاظ سے شخص ، چیز یا جگہ کی خوبی ، اچھائی ، بُرائی ، رنگت ، نسبت ، تعداد یا مقدار وغیرہ ظاہر کی جاتی ہے ، اُنھیں صِفت کہا جاتا ہے :۔

مثلاً : ۱۔ قلم خوب صورت ہے ۔ ’خوب صورت‘ قلم کی صفت ہے۔

۲۔ جمیل محنتی لڑکا ہے ۔ اس میں ’محنتی‘ جمیل کی خوبی بیان کرتا ہے ’محنتی‘ صفت ہے۔

۳۔ پھول سُرخ ہے ۔ اس میں لفظ سُرخ پھول کی رنگت ظاہر کرتا ہے۔ ’سُرخ‘ صفت ہے۔

منچھر جھیل



" منچھر جھیل صوبۂ سندھ کے ضلعے دادو میں واقع ہے ۔ یہ پاکستان کی تمام جھیلوں سے بڑی ہے ۔ اِس کا رقبہ تقریباً ڈھائی سَو مربع کلومیٹر ہے۔ گرمیوں میں جب دریائے سندھ میں پانی زیادہ ہوتا ہے تو دانستر نہر کے ذریعے اس جھیل میں پانی بھر جاتا ہے ۔ اُس وقت اِس جھیل کا نظارہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔" ماسٹر صاحب نے یہ باتیں بتاتے ہوئے بچّوں سے کہا۔ "کل ہم سب اِس جھیل کی سَیر کے لیے چلیں گے۔"

دوسرے دن سب بچّے اور ماسٹر صاحب منچھر جھیل کے بند پر پہنچ گئے۔ دُور دُور تک پانی ہی پانی نظر آرہا تھا۔ جھیل کے کناروں پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ماسٹر صاحب

نے بچّوں کو بتایا۔ یہاں گھاس بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ بڑی گھاس کو "پَن" کہتے ہیں۔ اِس گھاس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ وہ دیکھو، کنْول کے سفید پھُولوں کی قطاریں کیسی خوب صورت لگ رہی ہیں۔ اُس کے پتّوں پر پانی کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہی ہیں۔

سردیوں کے مَوسم میں یہاں مرغابیوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ سرد ملکوں سے اُڑ کر آجاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم آتا ہے تو واپس چلے جاتے ہیں۔ اِدھر دیکھو ماہی گیر کشتیوں میں بیٹھے ہوئے جال سے مچھلیاں پکڑ رہے ہیں۔ اِس جھیل میں مچھلیاں بہت ہیں۔ یہاں سے مچھلی مُلک کے دوسرے حصّوں میں بھی بھیجی جاتی ہے۔ یہاں مچھلی کے محکمے کا عملہ بھی رہتا ہے۔ اکثر ماہی گیر کشتیوں میں رہتے ہیں، مچھلیاں پکڑتے ہیں اور پرندوں کا شکار کرتے ہیں۔

بچّے جھیل کی سَیر کر رہے تھے اور ماسٹر صاحب اُنھیں ضروری باتیں بتا رہے تھے۔ آخر میں ماسٹر صاحب نے کہا۔ بچّو! اب شام ہو رہی ہے، چلو واپس چلیں۔ سب خوشی خوشی واپس آگئے۔

مشق

۱۔ منچھر جھیل کس ضلعے میں واقع ہے؟

۲۔ جس نہر کے ذریعے منچھر جھیل میں پانی آتا ہے، اُس کا نام بتائیے؟

۳۔ "پَن" گھاس سے کیا چیز بنتی ہے؟

۴۔ مُرغابیوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ کہاں سے آتے ہیں؟

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

جھیل، نظّارہ، بند، جُھنڈ کے جُھنڈ، عملہ۔

کوئی چیز بیکار نہیں

رضیہ کے اسکول میں صفائی کا ہفتہ منایا گیا۔ رضیہ نے اسکول کی صفائی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ دو دِن میں اسکول کی حالت بدل گئی۔ رضیہ خوش خوش اسکول سے گھر آئی۔ اپنے اسکول کی صفائی کا حال اپنی امّی جان کو سُنایا۔ رضیہ کی امّی نے اُسے شاباشی دی۔ رضیہ نے اپنی امّی سے کہا" امّی جان! اتوار کو مَیں اور بھائی جان مِل کر گھر کی صفائی کریں گے"۔ رضیہ کی امّی نے جواب دیا: " اچھا بیٹی ضرور کرو۔ خود صاف رہنا اور گھر کو صاف سُتھرا رکھنا اچھّی بات ہے"۔

اتوار کو ناشتے کے بعد رضیہ اور اُس کا بھائی سلیم اپنا گھر صاف کرنے میں لگ گئے۔ ہر چیز کو جھاڑا پونچھا۔ کچھ چیزوں کو بیکار سمجھ کر الگ رکھتے گئے۔ تھوڑی دیر میں اُن بیکار چیزوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اِن میں رَدّی کاغذوں کے ٹکڑے، اسپنج کی پُرانی چپّلیں، کاغذ اور گتّے کے ڈبّے وغیرہ شامل تھے۔ سلیم نے اِن سب چیزوں کو ایک ٹوکری میں بھرا اور اُنھیں باہر کوڑے دان میں پھینکنے کے لیے جانے لگا کہ اِتنے میں ماموں جان آگئے۔ سلیم نے ٹوکری نیچے رکھ کر اُنھیں سلام کیا۔ ماموں جان نے پوچھا۔ بیٹا اِس ٹوکری میں کیا ہے؟

سلیم : ماموں جان! آج ہم نے گھر کی صفائی کی ہے۔ یہ بیکار چیزیں نکلی ہیں۔ اِن کو باہر کوڑے دان میں پھینکنے جا رہا ہوں۔

ماموں جان: " بیکار تو کوئی چیز نہیں ہوتی" دیکھوں اِس میں کیا کیا چیزیں ہیں؟

ماموں جان نے ٹوکری میں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کہا۔ ”بیٹے سلیم!
یہ تو سب کام کی چیزیں ہیں“۔

سلیم : (تعجّب سے) یہ کام کی چیزیں ہیں!

ماموں جان : ”ہاں بیٹے! تم اور رضیہ ہاتھ منہ دھو کر آؤ۔ میں تمھیں اِن سے
اچھّی اچھّی چیزیں بنانے کے طریقے بتاؤں گا“۔

سلیم اور رضیہ ماموں جان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ماموں جان نے کہا:
”دیکھو بیٹا! تم کاغذ کے اِن ٹکڑوں کو بیکار سمجھتے ہو، اِن سے بہت سی
کارآمد چیزیں بنائی جاسکتی ہیں۔مثلاً ایک برتن میں پانی ڈال کر کاغذ
کے اِن ٹکڑوں کو اُس میں بھگو دیا جائے، ایک دو روز میں جب یہ
کاغذ اچھّی طرح گل جائیں تو اِن کو مَسَل کر لُگدی بنا لیتے ہیں۔ پھر اُس
لُگدی کو کسی برتن کے پینڈے پر پھیلا کر ٹوکری، گلدان وغیرہ بنائے جاتے
ہیں۔اِن سے کھلونے بھی بنائے جاسکتے ہیں“۔

یہ سُن کر رضیہ نے کہا” ماموں جان! یہ تو آپ نے اچھّی ترکیب بتائی۔میں آج
ہی کاغذ کے ٹکڑوں کو پانی میں بھگو دیتی ہوں“۔

سلیم : ماموں جان! اسپنج کی چپّلوں سے کیا کیا چیزیں بن سکتی ہیں؟

ماموں جان : اسپنج کی چپّلوں سے ماڈل، کھلونے بنائے جاسکتے ہیں۔ اِن کے
چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے ہوائی جہاز، ریل گاڑی اور اِسی طرح کے دوسرے
کھلونے تیار کیے جاتے ہیں۔ چپّلوں کے کارخانے میں جو چھوٹے چھوٹے
ٹکڑے بیکار ہو جاتے ہیں، اُنھیں بازار میں کھلونے بنانے والے خرید لیتے

ہیں اور اُن سے طرح طرح کے کھلونے تیار کر کے بازار میں بیچ دیتے ہیں۔
جہاں تک کاغذ کی لگدی سے کھلونے تیار کرنے کا سوال ہے، اُس کے لیے بھی کھلونوں کے ڈبّوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کو بیچ سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر لیے جاتے ہیں اور اُن میں لگدی بھر کر سُکھا لیا جاتا ہے۔ پھر انھیں کسی چپکنے والی چیز سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ اِس طرح کاغذ سے کھلونے تیار کیے جاتے ہیں۔ تم خود بھی سوچ کر اِن سے بہت سی چیزیں بنا سکتے ہو۔ بعض چیزوں کے لیے سانچوں کی ضرورت ہوگی، یہ سانچے بازار سے خرید کر لا سکتے ہو۔

سلیم : شُکریہ ماموں جان! یہ تو آپ نے بہت ہی کام کی بات بتائی۔

ماموں جان : کاپیوں کی جِلد کے گتّوں سے بہت سی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ مگر تم اُن پر صاف کاغذ یا اَبری چپکا کر اُن سے اپنی کتابوں کی جِلدیں بنا سکتے ہو۔

رضیہ : ماموں جان! میں نے اپنی جماعت کی ایک لڑکی کی کتابوں پر ایسی ہی جِلدیں چڑھی ہوئی دیکھی ہیں۔ اب میں اِن گتّوں کو حفاظت سے رکھوں گی اور اپنی کتابوں پر اِن کی جِلد چڑھاؤں گی۔

سلیم : اور میں بھی اپنی کتابوں پر جِلد چڑھاؤں گا۔

ماموں جان : اِس کے علاوہ گتّے اور موٹے کاغذ کے خالی ڈبّوں سے گلدان، لیمپ کے شیڈ تیار کیے جاتے ہیں۔ ماچس کی خالی ڈبیوں سے کھیلنے کے لیے بچّوں کا ٹیلی فون، صوفہ سیٹ اور کُرسی کے چھوٹے چھوٹے نمونے بنائے جاتے ہیں۔

رضیہ : شکریہ ماموں جان! آپ نے آج ہمیں بہت سی کام کی باتیں بتائی ہیں۔
آئندہ اتوار کو ہم آپ کے پاس آئیں گے اور کچھ چیزیں تیار کرکے آپ کو
دکھائیں گے۔ اُس کے بعد ہمیں اور چیزیں بنانا سکھائیے گا۔

مشق

۱۔ کسی ایسی چیز کا نام بتائیے جو بیکار ہو؟

۲۔ ماموں جان نے کاغذ اور گتے سے کھلونے بنانے کا کیا طریقہ بتایا؟

۳۔ اس سبق سے پانچ کلمے ایسے نکالیے جن میں کام کا ہونا یا کرنا پایا جائے۔

ابّا جان کے نام ایک خط

وارِث کے ابّا کو کراچی گئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے۔ وہ جاتے ہوئے کہ گئے تھے کہ میں کراچی جا کر خط لکھوں گا اس لیے سب کو ان کے خط کا اِنتظار تھا۔

ایک دن وارِث اسکول سے گھر آیا اور کپڑے بدل کر کھانا کھانے کے لیے ہاتھ منہ دھونے لگا۔ اِتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ وارِث دروازے پر گیا اور پوچھا:

"کون صاحب ہیں؟"

"ڈاکیا" (باہر سے آواز آئی)

وارث نے دروازہ کھولا اور ڈاکیے سے خط لے کر اُس کا شکرِیہ ادا کیا۔ یہ خط اُس کے والد کا تھا۔ وارث کے ابّا نے اس میں لِکھا تھا کہ وہ خیریّت سے کراچی پہنچ گئے ہیں۔ مَصرُوفیّت کی وجہ سے خط لکھنے میں دیر ہوئی۔ اِس خط میں اُنھوں نے وارِث کو دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اُنھیں خط لکھے۔ وارث یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ اپنی امّی سے پیسے لے کر ڈاک خانے گیا۔ ایک روپے کا لفافہ خرید لایا اور خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اُس کی امّی نے خط لکھنے میں اُس کی مدد کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۳.۵ - ہیر آباد

حیدر آباد ۔ یکم اپریل ۱۹۹۸ء

پیارے ابّا جان ! اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ

آپ کا مَحبّت بھرا خط ملا - یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ خیریت سے کراچی پہنچ گئے ہیں - ابّا جان ! آپ نے جاتے وقت جو باتیں مجھ سے کہی تھیں، میں اُن پر پوری طرح عمل کر رہا ہوں - روزانہ اسکول جاتا ہوں۔ گھر واپس آ کر کھانا کھاتا ہوں - پھر کچھ دیر آرام کر کے اسکول کا کام کرتا ہوں - شام کو کچھ دیر کھیلتا ہوں - رات کا کھانا کھا کر بھائی جان سے اُردو اور حساب پڑھتا ہوں اور پھر سو جاتا ہوں -

ابّا جان ! مُنّا آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ شام کو چار بجے دروازے پر بیٹھ کر آپ کا اِنتظار کرتا ہے۔ جب بیٹھے بیٹھے تھک جاتا ہے تو امّی سے آ کر کہتا ہے: "امّی ! ابّا نئیں !" امّی اُسے سمجھاتی ہیں کہ تمھارے ابّا کراچی گئے ہیں، وہ تمھارے لیے مِٹھائی اور کھلونے لے کر آئیں گے - آپ جب آئیں تو مُنّے کے لیے مٹھائی اور کھلونے اور میرے لیے اچھّی اچھّی کتابیں ضرور لائیں۔

گھر میں سب لوگ خیریّت سے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں -

آپ کا پیارا بیٹا

وارث

مشق

۱۔ خط کے شروع میں کون کون سی ضروری باتیں لکھی جاتی ہیں ؟

۲۔ گھروں پر خط کون پہنچاتا ہے ؟

۳۔ اپنے دوست کے نام خط لکھیے ۔ اُس میں اُسے بتائیے کہ آپ کا امتحان نزدیک ہے اور آج کل آپ اپنا زیادہ وقت پڑھنے میں صَرف کر رہے ہیں ۔

درخت لگانا
عین عبادت ہے

AIRMAIL
INLAND

PAKISTAN
GROW MORE TREES

شبیر حسین ادیب
ایم ۔ اے جناح روڈ
کراچی
74400
(پوسٹ کوڈ)

پوسٹ کارڈ
POST CARD
(پوسٹ کوڈ لکھنا نہ بھولیے)

PAKISTAN
45P

عزیزم وارث سلمہٗ
۳۰۵ ۔ بیراباد
حیدرآباد
71000 پوسٹ کوڈ

از طرف : شبیر حسین ادیب
ایم اے جناح روڈ کراچی
74400 پوسٹ کوڈ

ہماری آبادی

آج سے ہزاروں سال پہلے دنیا کی آبادی بہت کم تھی ۔ اُس وقت لوگ عام طور پر جنگلوں میں رہتے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے ۔ سبزیوں اور پھلوں پر اُن کا گزارا تھا ۔ اُن کا عام مَشْغَلَہ شکار تھا ۔ جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اُن کا گوشت کھاتے اور اُن کی کھال سے تن ڈھانپتے ۔ اُس زمانے میں انسانوں اور جانوروں کی زندگی میں بہت کم فرق تھا ۔

یہ وحشی زندگی بڑی خطرناک تھی ۔ انسان پر ہر وقت جنگلی جانوروں کا خوف طاری رہتا تھا ۔ گرمی ، سردی ، برسات ، آندھی ، طوفان اور بیماری سے بھی وہ بہت پریشان رہتا تھا ۔ خوراک ، لباس اور مکان کی ضُرورت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی ۔ اِن سب باتوں کے لیے ضروری تھا کہ انسان مِل جُل کر رہے ۔ لہٰذا انسان نے مکان بنائے ، بستیاں آباد کیں اور خوراک کا مسئلہ حل کرنے کے لیے جانوروں کو پالنا اور کھیتی باڑی کرنا شروع کیا ۔

رفتہ رفتہ آبادی میں اضافہ ہوتا گیا ۔ اِس کے ساتھ ساتھ انسان کی ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں ۔ آبادی کے بڑھنے سے کچھ مشکلیں بھی پیدا ہوئیں ۔ رہنے کے لیے زیادہ مکانات ، تعلیم کے لیے اسکول اور علاج کے لیے اسپتالوں کی ضرورت ہوئی ۔

ہمارے ملک پاکستان میں بھی روز بروز آبادی بڑھ رہی ہے ۔ سنہ ۱۹۸۱ء کی مردُم شُماری کے مطابق ہمارے ملک کی آبادی آٹھ کروڑ سینتیس لاکھ بیاسی ہزار ہے ۔

اندازہ ہے کہ ۲۰۰۰ئہ میں یہ آبادی بڑھ کر دوگنی ہوجائے گی۔ اگرپیش بندی نہ کی گئی تو اس سے کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً خوراک کی قلت، مکانات کی کمی، شہروں میں گاڑیوں کا ہجوم، آلودگی، بیروزگاری، تعلیم اور صحت و صفائی کی سہولتوں کا ناکافی ہونا۔

ہم پاکستانی بہادر، محنتی اور ہمت والے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ محنت کریں۔ کوئی بیکار نہ رہے۔ پاکستانی بچے اچھی اور مفید تعلیم حاصل کریں۔ ہر بچہ کوئی نہ کوئی ہُنر سیکھے۔ تاکہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد روزی کمانے اور ملک و قوم کی خدمت کرنے کے لائق بن سکے اور ملک کو قحط، بیماری اور بے روزگاری کی مصیبتوں سے نجات دلا سکے۔

مشق

۱۔ پُرانے زمانے کا انسان کس طرح زندگی گزارتا تھا؟

۲۔ مِل جُل کر رہنے سے انسان کو کیا فائدے حاصل ہوئے؟

۳۔ ۱۹۸۱ء میں پاکستان کی آبادی کتنی تھی؟

۴۔ آبادی میں اضافے سے کیا کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں؟

۵۔ ان الفاظ کے معنی بتائیے:

مشغلہ۔ وحشی۔ تن ڈھانپنا۔ مفید۔ قحط۔

۶۔ مندرجہ جملوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

(الف) ہزاروں سال پہلے دنیا کی ——— بہت کم تھی۔

(ب) ہزاروں سال پہلے ——— اور ——— کی زندگی میں بہت کم فرق تھا۔

(ج) ہم پاکستانی ———، ——— اور ——— والے ہیں۔

———

وطن کا پاسبان



ہر اِک کے دل میں ہے لگن — کھِلے ہیں گُل چمن چمن
یہ چھِن نہ جائے بانکپن — ترے ہی دَم سے ہے وطن

وطن کا پاسبان بَن

نہ دیکھ تُو، اِدھر اُدھر — بلندیوں پہ رکھ نظر
ہَرے بھرے رہیں شجر — سَدا کھِلا رہے چمن

وطن کا پاسبان بَن

کمی نہ ہو، اُمنگ میں — نِکھر ہر ایک رنگ میں
تُو زندگی کی جنگ میں — نہ کر خیالِ جان و تن

وطن کا پاسبان بَن

جہاں میں اس کی شان ہے — یہ ارضِ پاکستان ہے
ہر اِک کے دل میں آن ہے — ہر اِک خوشی سے ہے مگن

وطن کا پاسبان بَن

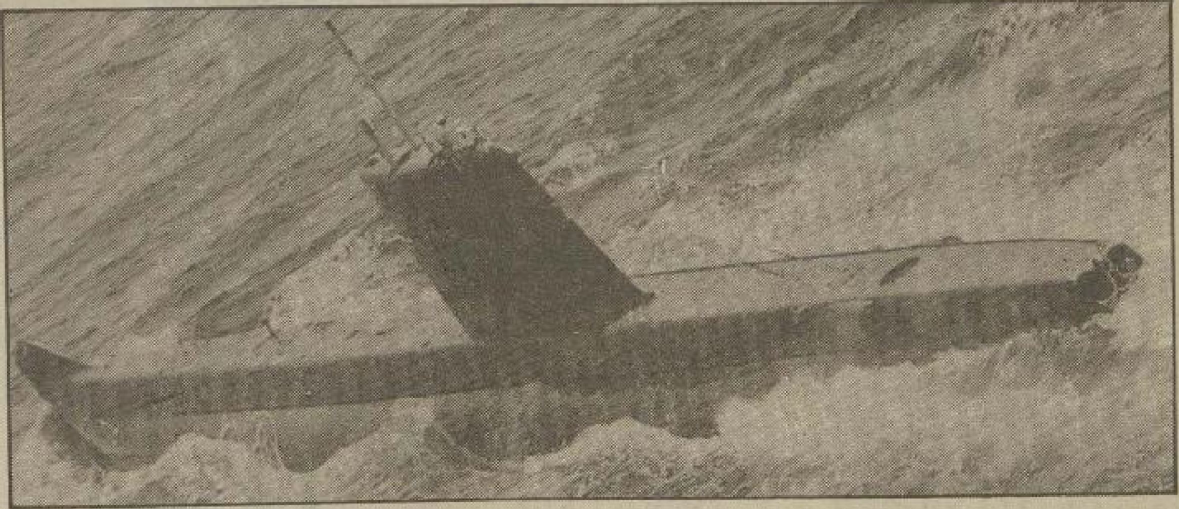
مخدوم منوّر

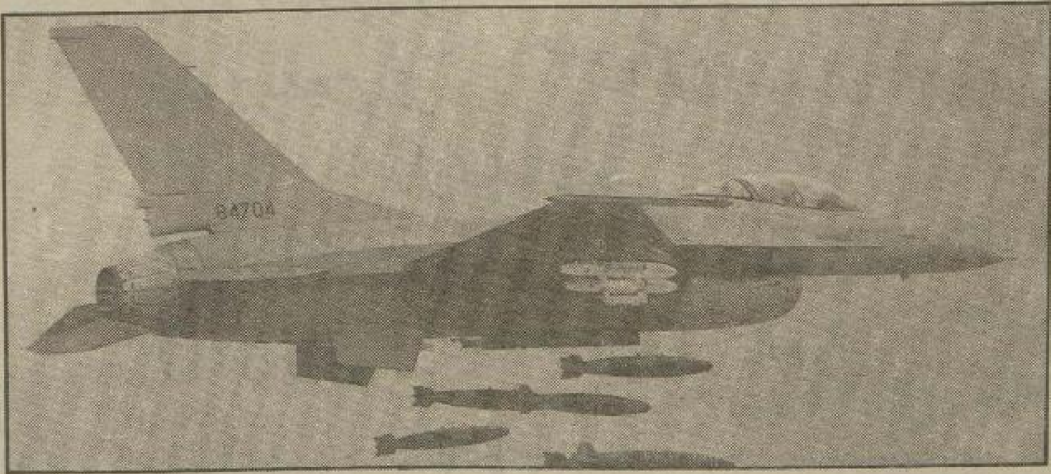
مشق

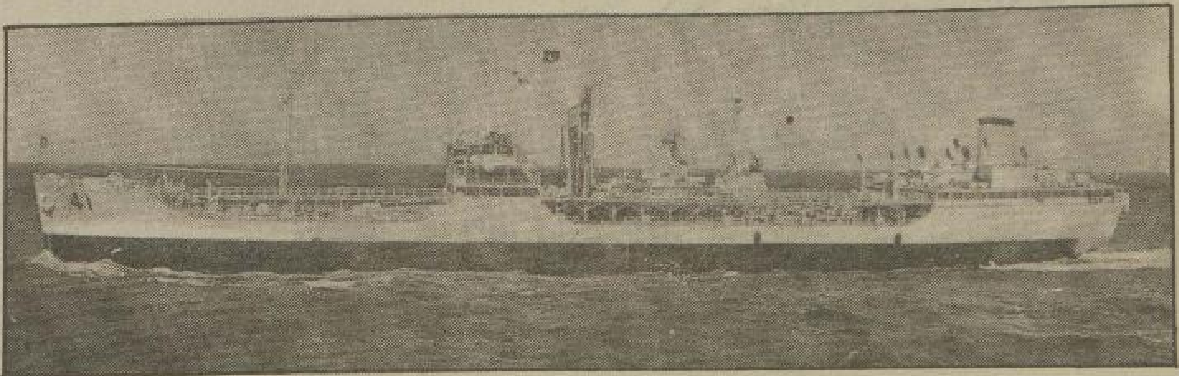
۱۔ اِن اشعار میں شاعر کا کیا پیغام ہے؟

۲۔ وطن کی عزّت کس کے دَم سے ہے؟

۳۔ اِس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔







تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ

منظور شدہ : محکمۂ تعلیم سندھ، بطور واحد درسی کتاب برائے مدارسِ صُوبہ سندھ

قومی کمیٹی برائے جائزہ کُتبِ نصاب کی تصحیح شدہ۔



قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد — کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان — ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد!

پاک سرزمین کا نظام — قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت — پایندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال — رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال — جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سیریل نمبر ۱

سالِ اشاعت	مہینہ	ایڈیشن	تعداد	قیمت
1998	جنوری	اوّل	75000	14.80